ذوالفقار علی بھٹو شہید

صدیوں کا بیٹا

مطلوب احمد وڑائچ

Reproduced by:
Sani Hussain Panhwar
Member Sindh Council, PPP

صدیوں کا بیٹا

ذوالفقار علی بھٹو شہید

مطلوب احمد وڑائچ

BOOK HOME

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

انتساب

والدہ مرحومہ اقبال بیگم

والد مرحوم محمد صدیق وڑائچ کے نام

جن کی دعائیں میرا سرمایہ افتخار ہیں

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دیباچہ

تاریخ کے اوراق پر وہ لوگ اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے ہیں جنہوں نے اپنے ملک وقوم اور انسانیت کی فلاح کی خاطر مصائب برداشت کئے موت کو سینے سے لگایا نڈر اور بے خوف ہو کر پھانسی کے پھندوں کو بوسہ دیا۔ انہوں نے مصلحت کی راہ اپنانے کی بجائے ہمیشہ سچ کا ساتھ دیا کیونکہ سچائی منزل بھی ہے اور منزل تک پہنچے کا راستہ بھی لہٰذا سچائی کی تلاش بھی سچی ہونی چاہیے کیونکہ سچی تلاش خود ترقی یافتہ سچائی ہے لیکن سچ بولنے والوں کی راہ میں ہمیشہ کانٹے بچھائے گئے انہیں دار و رسن کی آزمائشوں سے گزرنا پڑا ایسے لوگوں سے تاریخ انسانیت بھری پڑی ہے۔ سقراط سے لے کر بھٹو تک ہزاروں مفکر، سیاستدان، دانشور اور شاعر و ادیب و مصلح ایسے ہیں جنہوں نے حق کے راستہ کو اپنایا دنیا کی نظر میں تو وہ موت کی وادی میں اترے لیکن وہ مر کر ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے کیونکہ

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں
گور پیا کوئی ہور

مرنے والے لوگوں میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے بیسویں صدی کے آخر میں اپنی قوم کو آگے بڑھانے کی خاطر سامراجی قوتوں سے ٹکر لی اور مفاد پرست ٹولے کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے جنگ کی بجائے امن و آشتی اور بھائی چارے کا سبق دیا۔ اگر

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

کوئی شخص فقط اپنی ذات کے لئے کام کرے تو بہت ممکن ہے کہ وہ بڑا عالم، نامور شاعر بن جائے لیکن انسان کامل یعنی عظیم انسان بننے کے لئے ذاتیات کی بجائے قومی امنگوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کو ایٹمی قوت بنانے اور اسلامی بنک قائم کرنے کی مہم شروع کی۔ان کی کوششوں سے کہوٹہ پلانٹ تعمیر ہوا۔ملک کو پہلی بار ایک مشترکہ آئین ملا۔نوے ہزار قیدیوں کو بھارت کے چنگل سے آزاد کرایا۔حضرت علی کا قول ہے کہ جس شخص پہ احسان کرو اس کے شر سے ڈرو تو قائد عوام نے جن فوجیوں کو بھارت کی قید سے چھڑایا اسی فوج کے ایک جرنیل نے نہ صرف ان پر شب خون مارا بلکہ اپنی گردن بچانے کے لئے پھانسی کا پھندا قائد عوام کی گردن میں ڈال دیا اور پھر جتنا نقصان اس جرنیل نے ملک کو پہنچایا اور کسی حکمران نے اتنا نقصان پہنچایا۔

قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے جوں ہی غریبوں کے حقوق کی بات کی امراء کے طبقہ نے سازشوں کے ذریعے ان کو شہید کرنے کی کوشش کی الیکشن کے دنوں میں ان پر فائرنگ کی گئی لیکن وہ خوف زدہ نہیں ہوئے اس وقت کی حکومت نے گول باغ لاہور میں بجلی کا کرنٹ چھوڑ کر نہ صرف بھٹو بلکہ ان کے ساتھیوں کو بھی مارنے کی کوشش کی پھر جب بھٹو برسر اقتدار آ گئے اور آہستہ آہستہ غربت کے خاتمہ کی کوشش کرنے لگے غریبوں کو خوش دیکھنے کے منصوبے بنانے لگے تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

بالکل اس طرح جس طرح اسپارٹا (یونان کا خطہ) کا بادشاہ آرگس غریبوں کو خوش دیکھنا چاہتا تھا اور سادگی کا پرچارک تھا بھٹو نے بھی سادگی کا درس دیا اور قوم میں شلوار قمیض کو متعارف کرایا ورنہ اس سے قبل پاکستانی قوم کا کوئی لباس نہیں تھا۔مجھے یاد ہے سابق جرنیل نوابزادہ شیر علی خان جو کہ بھٹو کے مخالف تھے کہا کرتے تھے کہ میں بھٹو کی اس لئے قدر کرتا ہوں کہ انہوں نے اس قوم کو ایک لباس دیا ہے ورنہ اس سے قبل کچھ بھی نہیں تھا ہاں تو

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

بادشاہ آرگس کی غریب پرور سکیموں کی وجہ سے وہاں کا زمیندار طبقہ اس کے خلاف ہو گیا اور آرگس کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا حالانکہ اس نے دیوتا کے مندر میں پناہ لی تھی کیونکہ اسپارٹا کا صدیوں پرانا قانون تھا کہ اگر کوئی شخص نیپون دیوتا کے مندر میں پناہ لیتا تو اسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ارباب اختیار اور اشرافیہ کو کوئی خطرہ ہو تو وہ خود اپنے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی سے گریز نہیں کرتے۔ ارباب اختیار نے اسے سمجھوتہ کے لئے مجبور کیا لیکن اس نے کہا کہ میں لائی کرگس کے اصول پر مرتے دم تک قائم رہوں گا چنانچہ اسے پھانسی دے دی گئی۔ بالکل اس طرح بھٹو کو پھانسی دی گئی۔ پھانسی کے بعد بھی اس خاندان کو معاف نہیں کیا گیا۔ بھٹو کے سب سے چھوٹے صاحبزادے شاہ نواز کو ہلاک کر دیا گیا۔ بھٹو شہید کی بیگم اور بیٹی کو جیل میں قید رکھا گیا بڑے صاحبزادے مرتضیٰ بھٹو کو اس وقت شہید کر دیا گیا جب محترمہ بے نظیر بھٹو اس ملک کی وزیر اعظم تھی۔ بھٹو خاندان میں اب محترمہ بے نظیر بھٹو ہی موجود ہیں وہ جب بھی برسر اقتدار آئیں انہیں سازش کے ذریعے اتار دیا گیا۔ ان پر جو کچھ ہوا ان کے ساتھ بیتا انہوں نے ایک طویل نظم ''شاہ لطیف کی ماروی'' کے نام سے قلمبند کیا ہے۔ یہ داستان بے نظیر پر اثر بھی ہے اور آزاد نظم کے لحاظ سے فنی طور پر بھی جامع ہے۔

جہاں تک بے نظیر بھٹو کے والد قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کا تعلق ہے وہ سر شاہنواز بھٹو کے تیسرے بیٹے تھے ان کے خاندان کے ہر فرد کو قدرت نے تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا۔ بھٹو کے ایک بھائی آرٹسٹ اور دوسرے سندھی کے شاعر ہیں۔

جہاں تک بھٹو کے والد کا تعلق ہے سر شاہنواز بھٹو شہید کے ایسے چند راہنماؤں میں سے تھے جن کا برطانوی ہند کی سیاست پر گہرا اثر تھا اور برصغیر میں مسلمانوں کی آزادی کی تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں ان کا کردار بے داغ رہا ہے اور فعال رہا ہے دوسرے لفظوں میں سندھی مسلمانوں کے حقوق اور جذبہ آزادی کی حفاظت کا فرض بھٹو خاندان نے جس فراست اور جدوجہد سے ادا کیا ہے اس سے سندھ میں بھٹو خاندان کو بے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

حد قابل احترام مقام حاصل رہا ہے اور پھر جناب بھٹو نے بھی تیسری دنیا کی سچی آزادی کی جدوجہد میں اپنا کردار اس عالمی حوصلگی بے پناہ جرات وفراست اور علم وتدبر سے ادا کیا جس کی روایت بھٹو خاندان نے ڈالی تھی۔

بہت عرصہ قبل بھٹو خاندان ضلع حصار کے قصبہ سرسہ کے ایک گاؤں بھٹو میں آباد تھا اور اس نسبت سے اسے بھٹو کہا جاتا ہے یہ گاؤں اب بھی دریائے سرسوتی کے کنارے آباد ہے۔ سرسہ ایک اہم ریلوے سٹیشن بھی ہے سکھوں کے زمانے میں جب دریائے سرسوتی خشک ہو گیا اور اس علاقے کی فصلیں تباہ و برباد ہو گئیں، لوگ قحط کا شکار ہو گئے۔ اس خاندان کو لاڑکانہ میں نئی زندگی کا آغاز کرنے کے لئے سخت محنت کرنا پڑی۔ پھر ایک ایسا وقت آیا کہ بھٹو خاندان نے سندھ اور بمبئی کی سیاسی زندگی میں بے مثال مقام حاصل کر لیا، ان دنوں سندھ، بمبئی پریذیڈنسی میں شامل تھا اور بھٹو کے والد سر شاہنواز اور واحد بخش بھٹو صوبائی اسمبلی کے رکن تھے۔ پھر سر شاہنواز بھٹو سندھ کے چیف ایڈوائزر مقرر ہوئے تو جناب بھٹو کو کراچی میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا انہیں بچپن میں ہی آرٹ اور فن تعمیر سے گہرا لگاؤ تھا موہنجوداڑو کے قدیم کھنڈرات نے انہیں بے حد متاثر کیا اور تاریخ سے ان کی دلچسپی بڑھ گئی چنانچہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تاریخی عمارتیں دیکھنے کا بھی انہیں شوق رہا۔

برصغیر میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو سر شاہنواز بھٹو نے قائداعظم کی قیادت میں سندھ مسلم لیگ کی تنظیم کی ذمہ داری سنبھالی، ہندو جاگیرداروں کے مقابلہ میں المرتضٰے تحریک پاکستان کا ایک مضبوط مورچہ بن گیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی عمر اس وقت بہت کم تھی لیکن پاکستان کے قیام کی تحریک کے اس ولولہ انگیز دور کے اثرات قبول کئے بغیر نہ رہ سکے، سر شاہنواز نے اپنی صلاحیتوں کے علاوہ اپنی دولت بھی تحریک پاکستان کے لئے وقف کر دی تھی۔

15 جنوری 1950ء کو کیلیفورنیا یونیورسٹی سے بھٹو کو آرٹ اور پولیٹیکل سائنس میں بی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

اے کی ڈگری ملی انہوں نے انگلستان آ کر آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، درجن بھر سے زائد برطانوی وزیراعظم گلیڈ اسٹون سے لے کر ارم ہیوم تک اسی درسگاہ سے پڑھے ہوئے تھے وہاں بھٹو نے تعلیم کے ساتھ ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا اس کے بعد انہوں نے مسلسل محنت کر کے تین سال کا کورس چیلنج قبول کرتے ہوئے دو سال میں مکمل کر لیا اس کے بعد ایک بار وہ اپنی ہمشیرہ کی شادی میں شرکت کے لئے کراچی آئے تو ان کی شادی نصرت اصفہانی سے ہوگئی، نصرت اصفہانی ایرانی النسل ہیں ان کے والد کا نام مرزا محمد اصفہانی ہے جو قیام پاکستان سے قبل بمبئی میں رہتے تھے یہ خاندان تجارتی اور سماجی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ان کے والد کراچی میں کیمیکل انڈسٹری چلاتے تھے اور کراچی سے ان کا تعلق محض کاروباری تھا نصرت اصفہانی نے جیسیں اینڈ میری سے سینئر کیمرج کیا ان کے خاندان کے بھٹو خاندان سے گہرے روابط تھے۔ یہی روابط نصرت اصفہانی کی بھٹو سے شادی کی بنیاد بن گئے۔

نصرت بھٹو نے بھٹو صاحب کا ہر کڑے وقت میں بھرپور ساتھ دیا وہ جیل میں تھے تو پارٹی کی قیادت کے لئے ان سے رہنمائی لیتی رہیں اور پھر جب ان پر مقدمات چلے تو نصرت بھٹو نے ہی ان مقدمات میں وکلاء کا انتظام کیا۔ خود بھی مارشل لاء کے خلاف کیس کیا جس کی مثال آج تک دی جاتی ہے۔ وہ ایک صابر خاتون ہیں جتنے دکھ انہوں نے سہے جتنی تکالیف انہوں نے برداشت کیں اتنی تکالیف شاید ہی کوئی خاتون برداشت کر سکی ہو۔ شوہر اور دو بیٹیوں کی شہادت نے انہیں غم کی گہری غاروں میں دھکیل دیا وہ خود بھی بیمار رہنے لگیں اور اب بھی اس غم کی وجہ سے بیمار ہیں لیکن وہ بیماری کا مقابلہ کر رہی ہیں۔

قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو ایک بہادر انسان تھے، نڈر لیڈر تھے ایک بار جب وہ وزیر خارجہ تھے صدر جانسن نے ان سے کہا تھا "دنیا کے جس حصے میں اور جتنی دولت چاہے لے لو اور ہماری راہ سے ہٹ جاؤ لیکن بھٹو صاحب نے کہا کہ "ہم بکاؤ مال نہیں ہیں ایک

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

غیرت مند قوم ہیں۔"

اور اس غیرت مند قوم کے رہنما کو ایک فوجی ڈکٹیٹر نے رات کی تاریکی میں پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا اور یوں دیگر سچے رہنماؤں کی طرح وہ بھی تاریک راہوں میں مارے گئے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی فیڈرل کونسل کے رکن اور اے آر ڈی کی خارجہ کمیٹی کے رہنما مطلوب احمد وڑائچ نے قائد عوام شہید ذوالفقار علی بھٹو کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے یہ کتاب "صدیوں کا بیٹا" کے نام سے تحریر کی ہے۔ کیونکہ ایسے جواں مرد ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تختہ دار کو بوسہ دینے والے صدیوں بعد ہی پیدا ہوتے ہیں اور پھر مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ آج بھٹو پاکستانی عوام کے دلوں میں زندہ ہے جبکہ ان کی گردن میں پھانسی کا پھندہ ڈالنے والے نفرتوں کی دبیز تہہ کے اندر دفن ہو چکے ہیں۔ بھٹو زندہ ہے اور صدیوں تک زندہ رہے گا۔

تمہاری ضو سے پُرضیا جبین کائنات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

زاہد عکاسی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

بھٹو کے سوانحی خاکہ کے اہم نکات

- 5 جنوری 1928ء پیدائش تا شہید ذوالفقار علی بھٹو۔
- 1950ء قائد عوام نے کیلیفورنیا یونیورسٹی سے پولیٹیکل سائنس میں اعزاز کے ساتھ گریجویشن کی۔
- 1952ء قائد عوام نے کریسنٹ چرچ آکسفورڈ سے اصول قانون میں ایم۔اے کیا اور بعدازاں ساؤتھمپٹن میں لیکچرار مقرر ہوئے۔
- 15 جون 1953ء قائد عوام نے مسلم لاء کالج کراچی میں نوجوانوں کو لاء پڑھانا شروع کیا۔
- 15 جون 1957ء قائد عوام نے اقوام متحدہ کے بارہویں اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔
- فروری 1958ء قائد عوام نے جنیوا میں بحری قانون سے متعلق اقوام متحدہ کی کانفرنس میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔
- اکتوبر 1958ء قائد عوام وزیر تجارت بنے۔
- جنوری 1960ء قائد عوام کو اقلیتی امور اور اطلاعات کے مزید محکمے دیئے گئے۔
- اپریل 1960ء قائد عوام نے ایندھن بجلی و قدرتی وسائل اور امور کشمیر کے محکمے بھی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

سنبھالے۔

- ستمبر 1960ء قائدعوام نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کی۔
- دسمبر 1960ء قائدعوام نے سوویت یونین کے ساتھ تیل کا معاہدہ کیا۔
- مارچ 1962ء قائدعوام دوبارہ وزیر منتخب ہوئے۔
- دسمبر 1962ء قائدعوام مسئلہ کشمیر کے متعلق پاک بھارت مذاکرات کے لئے پاکستان کے مندوب مقرر ہوئے۔
- جنوری 1963ء صنعت قدرتی وسائل اور وزیر خارجہ کا قلمدان سنبھالا۔
- 26 مارچ 1963ء قائدعوام نے چین پاک سرحدی معاہدہ طے کیا۔
- 24 جولائی 1963ء قائدعوام نے پاک ایران سرحدی معاہدہ کیلئے قومی اسمبلی سے خطاب کیا۔
- یکم ستمبر 1963ء قائدعوام نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کی۔
- 27 جون 1964ء قائدعوام کو ہلال پاکستان کا اعزاز دیا گیا۔
- 27 جون 1964ء قائدعوام نے دولت مشترکہ کی وزراء کانفرنس میں شرکت کی۔
- 31 جولائی 1964ء قائدعوام نے میثاق استنبول کا اعلان کیا۔
- اکتوبر 1964ء قائدعوام کو ایران کی طرف سے نشان ہمایوں دیا گیا۔
- 20 اپریل 1965ء قائدعوام کو انڈونیشیا کا اعزاز آرڈر آف دی ریپبلک دیا گیا۔
- 22 ستمبر 1965ء قائدعوام کے جنگ کے دوران اور بعد میں سلامتی کونسل سے تاریخی خطاب کیا۔
- 10 جنوری 1966ء قائدعوام نے معاہدہ تاشقند سے اختلاف کا اعلان کیا۔
- 10 جون 1966ء قائدعوام نے ایوب کابینہ سے استعفیٰ دے دیا۔
- قائدعوام کو ارجنٹائن کا سب سے بڑا شہری اعزاز دیا گیا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

- 30 نومبر 1967ء قائدعوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کا تاسیسی اجلاس انعقاد کیا۔
- 19 جنوری 1968ء قائدعوام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔
- 13 نومبر 1968ء قائدعوام کو ڈی پی آر کے تحت گرفتار کرلیا۔
- 14 فروری 1969ء قائدعوام کو لاڑکانہ سے رہا کردیا گیا۔
- 28 نومبر 1969ء قائدعوام پر صادق آباد میں قاتلانہ حملہ ہوا۔
- 31 مارچ 1970ء قائدعوام پر سانگھڑ میں پھر قاتلانہ حملہ ہوا۔
- 7 دسمبر 1970ء قائدعوام نے عام انتخاب میں پانچ حلقوں سے کامیابی حاصل کی۔
- 19 مارچ 1972ء قائدعوام نے بیمہ زندگی قومی تحویل میں لے لیا۔
- 24 مارچ 1972ء قائدعوام نے صحت پالیسی نافذ کی۔
- 12 تا 17 اپریل 1972ء قائدعوام نے زرعی قانونی اور پولیس اصلاحات نافذ کیں۔
- 17 اپریل 1972ء قائدعوام نے عبوری آئین کی منظوری دی۔
- اپریل 1972ء قائدعوام نے ملک سے مارشل لاء اٹھالیا۔
- 2 جون 1972ء قائدعوام نے سعودی عرب کا دورہ کیا۔
- 2 جولائی 1972ء قائدعوام نے شملہ معاہدہ کیا۔
- 20 نومبر قائدعوام نے پہلے ایٹمی ری ایکٹر کا افتتاح کیا۔
- 22 دسمبر 1972ء قائدعوام نے پاکستان مقبوضہ علاقے بھارت سے واگزار کرائے۔
- 12 تا 26 جولائی 1973ء قائدعوام نے اٹلی، جنیوا، برطانیہ اور فرانس کا دورہ کیا۔
- 14 اگست 1973ء قائدعوام نے نیا آئین نافذ کیا اور منتخب وزیراعظم بنے۔
- 20 اگست 1973ء قائدعوام نے انتظامی اصلاحات نافذ کیں۔
- 28 اگست 1973ء قائدعوام نے بھارت سے جنگی قیدیوں کی واپسی کا معاہدہ کیا۔
- ستمبر 1973ء گھی ملیں قومی تحویل میں لے لیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

- 15 تا 26 ستمبر 1973ء قائدعوام نے امریکہ اور دیگر ممالک کا دورہ کیا۔
- یکم جنوری 1974ء قائدعوام نے بنک قومی تحویل میں لے لئے۔
- 2 جنوری 1974ء قائدعوام نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیا۔
- 22 فروری 1974ء قائدعوام کو اسلامی سربراہی کانفرنس کا چیئرمین بنایا گیا اور کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔
- 11 مئی 1974ء قائدعوام نے چین کا دورہ کیا۔
- 7 ستمبر 1974ء قائدعوام نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا۔
- 23 فروری 1974ء قائدعوام نے امریکہ اسلحہ کی ترسیل پر سے پابندی اٹھالی۔
- 28 فروری 1975ء قائدعوام نے اندرا عبداللہ گٹھ جوڑ پر تاریخی ہڑتال کرائی۔
- 16 اگست 1975ء قائدعوام نے بنگلہ دیش کی نئی حکومت کو تسلیم کیا۔
- اکتوبر 1975ء قائدعوام نے ایران، فرانس اور رومانیہ کا دورہ کیا۔
- 23 اکتوبر 1975ء قائدعوام کی بدولت پاکستان سلامتی کونسل کا رکن بنا۔
- 10 نومبر 1975ء قائدعوام نے چھوٹے کاشتکاروں کا مالیہ معاف کردیا۔
- دسمبر 1975ء قائدعوام نے سری لنکا کا دورہ کیا۔
- 10 فروری 1976ء آئمہ مسجد نبوی و مکہ مکرمہ کو پاکستان کے دورے پر بلا کر عوام سے ملاقات کا شرف بخشا۔
- 26 فروری 1976ء قائدعوام نے بین الاقوامی انرجی کمیشن سے فرانس سے پلانٹ حاصل کرنے کی اجازت لی۔
- 8 اپریل 1976ء قائدعوام نے سرداری نظام کے خاتمے کا اعلان کیا۔
- 25 اکتوبر 1976ء قائدعوام کو تیسری دنیا کے 77 ممالک نے ان کی فراست کا یہ تحفہ دیا کہ پاکستان تیسری دنیا کا چیئرمین بنا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

- مارچ 1976ء قائدعوام نے فرانس سے نیوکلیئر ری پراسسنگ پلانٹ حاصل کرنے کے معاہدہ پر دستخط کئے۔
- 7 مارچ 1977ء قائدعوام کے اعلان کے مطابق عام انتخابات کرائے اور پی پی پی کو ملک بھر میں کامیابی ہوئی قومی اتحاد نے نتائج ماننے سے انکار کر دیا۔
- 28 اپریل 1977ء قائدعوام نے قومی اسمبلی اور سینٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔
- 3 جون 1977ء قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کے درمیان مذاکرات کا پہلا دور۔
- 18 جون 1977ء قائدعوام کا دورہ سعودی عرب، لیبیا، کویت، متحدہ عرب امارات، ایران اور افغانستان۔
- 2 جولائی 1977ء قائدعوام کی ٹیم اور قومی اتحاد میں سمجھوتہ طے پا گیا۔
- 5 جولائی 1977ء قائدعوام کی حکومت کا تختہ الٹ کر جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء لگا دیا۔
- اگست 1977ء قائدعوام کو پہلی بار گرفتار کر لیا گیا۔
- 16 ستمبر 1977ء قائدعوام کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ لیکن جلد ہی ایک نہ کردہ قتل کے جرم میں دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔
- 20 دسمبر 1978ء قائدعوام نے سپریم کورٹ میں تاریخی بیان دیا۔
- 3 اپریل 1979ء قائدعوام سے محترمہ بے نظیر بھٹو اور بیگم نصرت بھٹو سے آخری ملاقات۔
- 4 اپریل 1979ء قائدعوام شہید ذوالفقار علی بھٹو کو لاڑکانہ گڑھی خدا بخش میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

اسلامی ممالک کی کنفیڈریشن

یکم اپریل 1948ء کو کیلیفورنیا یونیورسٹی میں ذوالفقار علی بھٹو کا لیکچر

اسلامی میراث میں اپنے عظیم ورثہ کو کس طرح آپ کے سامنے کھول کر رکھ دوں، میں اس کی ابتداء کہاں سے کروں؟ مشترکہ میدان کی تلاش کہاں کروں جہاں ہماری اور آپ کی تہذیب کے ڈانڈے ملتے ہوں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کا آغاز صلیبی جنگوں سے ہوتا ہے بعض کی رائے ہے کہ اس کی جستجو قسطنطنیہ کی خونریز فتح سے کرنی چاہئے، دوسروں کی رائے ہے کہ یہ سلسلہ باربعرین اور عربوں کی فتح سپین سے شروع ہوتا ہے، چند لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ مغرب اور اسلامی مشرق کے باہمی ارتباط کا آغاز سر طاس رو کی ہندوستان کے شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں آمد سے ہوا۔ درحقیقت اسلامی تہذیب کے کسی ایک گوشہ سے پردہ اٹھائیے تو متعدد اہم گوشے پس پردہ چلے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زندہ جاوید عمرؓ، جری خالدؓ دانشمند اکبر، بہادر طارق اور بہت سی دوسری عظیم شخصیتیں جن میں حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں اگر ان ناموں کو نظر انداز کر دیا جائے تو میں اسے اسلامی میراث کہنے کی جرات کس طرح کر سکتا ہوں۔ صلیبی جنگوں سے اس کا آغاز بھی محض اس وجہ سے کہ ہماری زندگیوں پر عرب کے بے باکانہ اثرات اس دور میں پڑنے شروع ہوئے، بے اصولی کے مترادف ہوگا۔ اسلامی تاریخ کے ان امور کا تذکرہ بھی بے سود

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ہوگا جن کے بارے میں آپ میں مشترکہ احساس نہیں پایا جاتا، تاہم میری کوشش یہ ہوگی کہ میں تمام اہم واقعات اور اسلامی خدمات کو اس طرح مربوط کر کے پیش کروں جو آپ کے لئے دلچسپی کا موجب بنیں۔

میں اپنی اس تمام گفتگو کے دوران اسلام کے جوہر کمال کو اپنا جوہر کمال سمجھوں گا کیونکہ میں بجا طور پر مسلمانوں کے کسی کارنامہ کو اپنا ذاتی کارنامہ سمجھتا ہوں جیسا کہ میں مسلم دنیا کی ناکامی کو ذاتی ناکامی تصور کرتا ہوں۔ کوئی چیز ضرور ایسی ہے جو اسلامی دنیا کو منقسم ہونے کے باوجود مربوط رکھے ہوئے ہے۔ ممکن ہے یہ آپ کو عجیب لگے مگر یہ حقیقت ہے یہ عدیم المثال وابستگی کچھ تو ایک دین کی وجہ سے ہے جس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اخوت کا رشتہ برقرار رکھنے کی تلقین کی ہے اور اسے دین کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ اس نظریہ کی پرورش مسلمانوں کے باہم روابط اور جغرافیائی رشتے سے بھی جو یورپ سے لے کر ایشیا کے دور دراز حصوں میں موجود ہیں ہوتی ہیں۔

میں یہاں اسلام کی تبلیغ کے لئے نہیں آیا اور نہ ہی اس کی خفتہ قوتوں سے آپ کو خوف زدہ کرنا چاہتا ہوں، میں صرف آپ کو اسلام کے بارے میں مختصراً بتانا چاہتا ہوں جو ماضی کی شمع فروزاں، حال کی چنگاری اور مستقبل کا نورانی شعلہ ہے میں یہ اس لئے چاہتا ہوں کہ میں نے اسلام کے مستقبل پر مخصوص نظریئے سے غور و خوض کیا ہے میں آپ کے سامنے اس کا اعتراف بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں مذہبی نقطہ نگاہ سے کوئی کٹر اور پکا مسلمان نہیں ہوں میں صوم و صلوۃ کی پابندی باقاعدگی سے نہیں کرتا، ابھی تک میں نے فریضہ حج بھی ادا نہیں کیا اس لئے مذہبی طور پر میں ایک عام مسلمان ہوں تاہم میری دلچسپی اسلامی میراث کی سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی حدود تک محدود رہے ہیں، عقیدہ کی نازک گتھیوں کو زیر بحث لانے کی بجائے اس کی سیاسی اور ثقافتی ارتقاء پر روشنی ڈالوں گا۔ ایسا کرنے سے قبل ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اسلام کے بنیادی اصول اور ان کا پس منظر اختصار سے بیان

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

کردوں۔

چھٹی صدی کے عرب ان ممالک کے درمیان کھرا ہوا تھا جو عالمی تہذیب کے گہوارے تھے اس کے ایک طرف مصر میں اسکندریہ، شام میں دمشق ایشیا کوچک میں انطاکیہ، میسوپوٹیمیا، قدیم بابل، عراق میں بغداد، ہندوستان کا طمطراق اور مشرق بعید میں چین کی شاندار تہذیب اور دوسری طرف یونان کا جاہ و جلال روم کی شان و شوکت اور بازنطینی سلطنت کی عظمت وسطوت تھی، عرب کے اردگرد صحرا تھا جسے آسانی سے عبور نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے اس کے بارے میں معلومات بہت کم تھیں، ان تہذیبوں کے اثرات صحرا کے بدوؤں پر اچھی طرح منعکس نہیں ہوئے تھے، ملک ہی بانجھ نہ تھا لوگوں کے اذہان بھی بانجھ ہو چکے تھے، لوگوں کو اخلاقی ضوابط توڑنے کا عارضہ لاحق تھا۔ لڑکیوں کی پیدائش کو وہ باعث ننگ سمجھ کر انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے، عورت کے حصول کیلئے اس پر اپنا جبہ پھینک مارتے اور وہ ان کی ملکیت ہو جاتی تھی مکہ ان کی عبادت کا مرکز تھا جہاں کعبہ میں پرستش کے لئے تین سو پچاس بت رکھے ہوئے تھے۔

لیکن جلد ہی صحرا کے یہ سوسمار کھانے والے اور دم توڑتے ہوئے بدو ایک عظیم طاقت سے جاگ اٹھے، ایک مقدس اور عظیم الشان قوت نے ان کی کایا پلٹ دی اس فعال قوت کا سرچشمہ محمدؐ کی ذات اقدس تھی، جن کے دین کے نور نے تیزی سے تینوں براعظموں کو اپنی آغوش میں لے لیا، یہ دین اسلام تھا، جس کا مفہوم ایک خدا کے آگے جھک جانا ہے۔

اس کے بنیادی عقائد یہ ہیں۔

الف.....خدا کی واحدنیت

ب.....سادہ بے لوث عقیدہ

ج.....انسانی اخوت

حضور پرنورؐ نے کسی مافوق الفطرت قوت یا کسی الوہی ہستی سے اپنی نسبت کا اعلان

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

نہیں کیا بلکہ محض یہ کہا کہ خدائے واحد، خالق حقیقی نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اور حضورؐ اس کے پیمبر ہیں۔ حضورؐ نے تمام برائیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور انہیں مٹا ڈالا، محمدؐ متعدد بار تلوار اٹھانے کیلئے مجبور ہوئے لیکن اپنے تحفظ کیلئے نہیں بلکہ دین اسلام کی حفاظت کیلئے۔

اگر اس دور کے عرب صرف آپ کی جان کے درپے ہوتے تو آپ کسی پس و پیش کے بغیر اپنی جان قربان کر دیتے، لیکن اخلاق سے عاری بے لگام، اور دن کے پیاسے عرب، حضورؐ کا نہیں، اسلام کا نشان مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ عرب وحشی اور تند خو تھے، یہ محمدؐ ہی تھے جنہوں نے انہیں شائستگی کا درس دیا، ان میں دینی و اخلاقی بلندیوں کی جستجو پیدا کی، ان قوانین کو بہتر بنایا، شراب اور جوئے کی ممانعت کی، عورتوں کو تحفظ دیا اور انہیں پستی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر تہذیب و تمدن میں نمایاں حیثیت دی۔ حضور انورؐ نے ان لوگوں میں اخوت و وفاداری کا جذبہ پھونک دیا اور بے شمار اوصاف پیدا کر کے انہیں ایک بامقصد ضابطہ حیات دیا کسی غیر مبہم اشارت اور خود نمائی کے طمطراق کے بغیر حضورؐ نے صرف عربوں ہی کے نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کے دل کو خدائے لم یزل کے پیغام لازوال کے نور سے بھر دیا۔

> ''اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو اور ان کو دوسروں تک پہنچاؤ،
> جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور انسان ہونے
> کے ناطے تم سب مساوی ہو۔''

آپ نے یہ باتیں بار بار کہیں، حتیٰ کہ ایک مسلمان حبشی کو مسلمانوں کے خلیفہ کے برابر سمجھا جانے لگا، یورپ کے لوگ جو نسلی تفریق کا شعرہ اجاگر کرتے ہیں، یہ جان لیں کہ اسلام نے پہلے دن ہی نسل تفریق کو ختم کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے آزادانہ روابط نے خاص نسل کی دوسری نسل پر فوقیت کا احساس معدوم کر دیا تھا۔ وضاحت کے لئے اس تاریخی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

حقیقت کا حوالہ دینا بہتر ہوگا، کہ صدیوں قبل جب آریہ قوم ہندوستان پر حملہ آور ہوئی تو اس نے ملک کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ذات پات کے مکروہ نظام میں جکڑ دیا، لیکن جب مغل ہندوستان میں وارد ہوئے تو انہوں نے ہندوؤں سے شادی بیاہ تک کی اجازت دیدی اور انہیں امور سلطنت میں اپنا شریک کار بنایا۔ آزاد کردہ غلام تک بادشاہ بنا دیئے گئے۔

اب میں اسلام کے تیزی سے پھیل جانے کے اسباب پر اختصار سے روشنی ڈالتا ہوں ایک سو پچاس سال کے عرصے میں اسلام کے قدم دور دراز کے علاقوں تک جا پہنچے۔ مغرب میں انیس سالہ طارق بن زیاد نے سپین کی سنگین فصیلوں کو مسمار کر ڈالا اور اس اہم چٹان پر قبضہ کر لیا جو آج بھی اس کے نام سے موسوم ہے۔ جبل الطارق یعنی طارق کی پہاڑی جسے اب جبرالٹر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مشرق میں نبی کریمؐ کے پیروکار وادی سندھ اور گنگا کے میدان تک جا پہنچے وی آنا اور فرانس کے محلوں سے لے کر دیوار چین تک، دوسری طرف روس کے لق ودق صحرا وینس کے قلعے ایران کے میدان، انڈونیشیا اور ملایا کے جنگلات، ڈینوب سے لے کر دریائے یانگ سی تک کے وسیع علاقے ان لوگوں کے زیر نگیں آ گئے۔ جن میں پیغمبر اسلامؐ نے دنیا کو اخوت کا درس دینے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

بہت سے اہل مغرب اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ اسلام عیسائیت کے لئے ایک خطرہ تھا، لیکن یہ خیال قطعی بے بنیاد ہے۔ اسلامی استحکام میں عین عروج کے وقت بھی عیسائیوں کے ساتھ نہایت مہربانی کا سلوک روا رکھا گیا اور ان کو ان کے عقائد کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل آزادی بھی دی گئی۔ نبی اکرمؐ نے بارہا فرمایا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی جان و مال اور ان کے مذہبی قوانین خدا کی امان میں ہیں۔ حضورؐ نے کہا "اگر کوئی ان کے حقوق غصب کرے گا تو بذات خود اس کا دشمن ہو کر خدا کے حضور اس پر الزام عائد کروں گا۔"

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اسلامی راہ میں بھٹک گئے ہیں لیکن یہ احکام سے انحراف کے سبب ہوا ہے نہ کہ اسلام کی وجہ سے۔ جس طرح بہت سے عیسائی ایسے ہیں جو دوسروں سے معاملات میں عیسائی تعلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ عیسائی پادری بشپ اور پوپ بار بار حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ بے دینوں کو نیست و نابود کر دیں گے۔ ماضی قریب میں سٹھون کے زمانے تک ترکی کو خطرہ لاحق تھا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک مسلم ملک ہے ازبیلا اور فرڈیننڈ نے سپین میں مسلمانوں کا صفایا کر ڈالنے کا کام زیادہ "خوش اسلوبی" سے انجام دیا بہ نسبت "ملحد" کے جو اس نے کسی اسلامی ریاست میں عیسائیوں کے لئے روا رکھا ہوگا۔ رواداری کسی ایک مذہب کی اجارہ داری تو نہیں۔

تمام پیغمبروں اور مصلحین نے انسانیت سے محبت کا درس دیا ہے لیکن تمام مذاہب کے پیروکاروں نے کسی نہ کسی طرح بانانیان مذہب کی تعلیمات سے انحراف کی راہ تلاش کر لی۔ میں نے اس ملک میں اسلام پر جتنا لٹریچر پڑھا ہے اس میں زیادہ تر اسلام کی تنگ نظری اور جارحانہ انداز کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایسا پراپیگنڈہ کرنے کا مقصد واضح ہے کہ لیکن تاریخی حقائق سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ محض رقابت پر مبنی تعصبات کا نتیجہ ہے۔

دور جہالت میں جب عیسائی بادشاہ اور پوپ "منکر بے دینوں" کو نیست و نابود کر رہے تھے، مسلمان ان غیر مسلموں کو اپنے ملک میں پناہ دیتے تھے، اس وقت جب عیسائیوں نے غیر عیسائیوں کو نفرت و حقارت کی بنا پر یورپ سے نکال باہر کیا تھا اسلامی دنیا نے ان کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے تھے اور انہیں تمام سماجی و مذہبی حقوق عطا کئے تھے۔

بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کہتے ہیں۔

"اس وقت جو عیسائیت مروج تھی وہ تنگ نظری اور عدم رواداری کی مظہر تھی اس میں

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

اور عرب مسلمانوں کی رواداری اور اخوت انسانی کی تعلیمات میں نہایت نمایاں فرق تھا اور یہی وجہ تھی کہ تمام لوگ عیسائیت کے نزاع سے تنگ آ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو سکتے تھے

مغرب میں مسلمانوں کا غلبہ اتنا زبردست تھا کہ پاپائے روم خدا کے نام پر عیسائی دنیا کو منظم کر رہے تھے تا کہ ''بے دینوں'' کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اسلام کے خلاف آٹھ صلیبی جنگیں لڑی گئیں، آٹھ مواقع پر یورپی افواج نے مسلمانوں کو ان کی اپنی زمین پر شکست دینے کا تہیہ کر کے چڑھائی کی۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے پہلی صلیبی جنگ مسلمانوں کیلئے تباہ کن ثابت ہوئی، عیسائی فوجوں نے بڑے جوش و خروش اور عزم و حوصلے سے ''ملحدوں'' کو کچل ڈالنے کیلئے ہر طرف سے محصور کر لیا اور وحشیانہ طور پر راہ میں آنے والے مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہے۔ پہلی صلیبی جنگ کے سورماؤں نے نسل انسانی کے چہرے کو بری طرح داغدار کیا۔ یہ عیسائیوں کے خدا کی شاندار فتح قرار دی جا سکتی تھی لیکن درحقیقت یہ خدا کے نام پر انسان کا انسان کے خلاف بہیمانہ اقدام تھا۔

عیسائیوں کی نگاہ میں پہلی جنگ کے علاوہ تمام صلیبی جنگیں ناکام ثابت ہوئیں جب شیر دل غازی صلاح الدین نے یروشلم پر دوبارہ قبضہ کیا تو وہ ہزیمت خوردہ عیسائیوں کے حق میں بڑا کریم النفس ثابت ہوا۔ اس نے تمام عیسائیوں کو فدیہ ادا کرنے کے بعد ''رخصت'' ہونے کی اجازت دے دی اور جو فدیہ ادا کرنے سے قاصر تھے ان کے جانے کے لئے معافی کا دروازہ کھول دیا۔ جنہوں نے شہر میں رہ جانے کی تمنا کی ان کی خواہش کا بھی احترام کیا گیا حالانکہ یہ لوگ اس سے قبل متعدد مواقع پر خطرناک '' ففتھ کالم'' کا کردار ادا کر چکے تھے اس وقت مسلمانوں نے نہ صرف صلیبی افواج کو پسپا کیا بلکہ تند خو منگولوں کو بھی شکستیں دیں جو بار بار مشرقی جان سے حملہ آور ہو رہے تھے۔

بار بروسا کا پوتا فریڈرک ثانی 1248ء میں پوپ گریگری کی طرف سے مسلمانوں سے مذاکرات کے لئے فلسطین آیا تو اسے بڑی عزت و احترام سے خوش آمدید کہا گیا۔ اس نے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

مسلمان حکمرانوں کو اس امر پر رضامند کرلیا کہ وہ اسے عیسائی قوم کے نام پر یروشلم واپس کر دیں۔ کسی کی دلجوئی کے لئے یہ نہایت شاندار اقدام تھا جو بھی کہیں کیا گیا لیکن پوپ اس سے بھی مطمئن نہ ہوا بلکہ وہ مزید تندخو ہوگیا اور اس نے غصہ میں حکم صادر کیا کہ عیسائیوں کو "ملحدوں" کا دوست بننے کی بجائے ان سے جنگ کرنی چاہئے۔

ان مثالوں کو پیش کرنے سے میری مراد یہ نہیں کہ صرف ہم ہی رواداری کے حامل ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہم بھی نیکیوں اور اخلاقی خوبیوں کا شاندار متاثر کن اثاثہ رکھتے ہیں ہم ان سے قطعی مختلف ہیں جیسا یورپ والے ہمیں تصور کرتے ہیں ہم وحشی نہیں ہیں بلکہ ہم نے تو تہذیب وتمدن کے دروازے وا کیے ہیں۔ اشاعت اسلام نے یورپ اور ایشیاء میں حالت جموں کو اس درجہ متاثر کیا کہ آٹھویں صدی عیسوی میں چارلس مارٹل کے بیٹے، بین دی ٹارش نے یورپ سے خود کے لئے فرانکی اقوام کا حکمران بن بیٹھنے کی منظوری حاصل کرلی یہ استحقاق صرف اس لئے تھا کہ بین کے باپ نے نورز کی جنگ میں 732ء میں مسلمانوں کو شکست دی تھی۔ مسلمانوں کی اس واحد شکست نے جو ایک جنگ میں ہوئی میروونجی سلاطین کا خاتمہ کر دیا اور کیرولجین حکمرانوں کی بنا رکھی یہ مملکت عیسائی دنیا کے لئے وجہ افتخار بنی کیونکہ اس نے شارلیمان کو جنم دیا۔

مزید تفصیلات میں جانے کی بجائے میں اتنا کہہ دینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ صنعتی انقلاب سے قبل یہ اسلام وہ تھا جس نے مشرق ومغرب کی متعلقہ قوتوں کا مقابلہ کیا۔

نوائن بی کہتا ہے کہ کمیونزم سے صدیوں قبل ہمارے اسلاف نے اسلام سے خوف وخطرہ محسوس کیا تھا جس طرح سولہویں صدی میں اسلام کے خلاف مغربی دل ودماغ پر ایک جنون طاری ہوگیا تھا اسی طرح بیسویں صدی میں کمیونزم نے جنون پھیلا دیا ہے اسلام نے روحانی ہتھیار استعمال کیا جس کا مادی اسلحہ خانوں میں کوئی توڑ نہ تھا۔

کسی تہذیب کی گہرائی سب کا کام وقت طلب ہے۔ آرٹ اور لٹریچر سائنس اور فلسفہ

خواہ کسی بھی شخص کا ہو بڑی جانفشانی کا کام ہے۔ میں بھلا اس مختصر سے عرصہ میں کسی حافظ یا کسی اقبال کی اپنی قوم کے لئے خدمات پر کس طرح روشنی ڈال سکتا ہوں؟ میں آپ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک ملحہ کو توقف کر کے آرٹ کی ان نادر زمانہ اشیاء کی تعریف کریں؟ بیت المقدس میں حضرت عمرؓ کی مسجد ہو یا لاہور کی بادشاہی مسجد دہلی کی جامع مسجد ہو یا فتح پور سیکری کا شہر، حضور اکرمؐ کے پیروکار غرناطہ، قاہرہ بیت المقدس، بغداد اور دہلی جہاں بھی گئے اپنے پائیدار نقوش ثبت کر گئے۔

حضرت عمرؓ کی شاندار سند حسین کی عظیم الشان مسجد یہ طویل اور پر شکوہ قطب مینار مسلمانوں کے تخلیق فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

دلی کا سربلند قلعہ جو مردانہ ہمتوں کا نشان ہے، اس کی سونے چاندی کی چھت گیریاں سنگ موسی و سنگ مرمر کے فرش اور ان سب کے شایان شن فارسی کتبے جو عربی رسم الخط میں کندہ ہیں۔ وہ جواہرات سے مرصع بڑے بڑے ہال اور پر عظمت تخت طاؤس یہ سب ابھی تک محفوظ ہیں۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است

آگرے کا قلعہ اور فتح پور سیکری آج نہایت شکست وخستہ حالت میں ہیں لیکن یہ خستگی وقت کے ہاتھوں نہیں بلکہ لوٹ مار اور تاراج کئے جانے کی مظہر ہے۔ ان کے کھنڈرات ہماری شکست کی حقیقی تصویر اور ہمارے انتشار کی زندہ علامت ہیں۔ ہندوستان کے فاتحین یقیناً جمالیاتی حسن سے محروم ہوں گے کیونکہ انہوں نے ہماری مساجد، قلعوں محلات اور مقابر کے حسن ونزاکت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور ولیم بینٹنگ نے تو ایک بار تاج محل کو ایک ہندو ٹھیکیدار کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کیا تھا جو یقین رکھتا تھا کہ اس میٹریل کا بہتر

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

استعمال ہوسکتا ہے۔

تاج محل ہمارے فن کا مایہ ناز شاہکار ہے جسے ہم رومانی طور پر عشق مرمریں کہتے ہیں یہ مرقع کمال ہے، یہ نہایت گہری اور ٹھوس محبت کا نشان ہے، یہ کسی انسان کی شفقت و محبت اور خلوص کا مظہر ہے۔ اس کے دروازہ خاص پر قرآن کریم کے یہ الفاظ کندہ ہیں کہ مخلص لوگ ہی باغ بہشت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ تاج محل کی تعمیر پر کوئی بیرونی اثرات نہیں، یہ خالص مسلمانوں کے فکر اور ذوق کا آئینہ دار ہے۔ امریکی مورخ ول ڈیورنٹ کا کہنا ہے کہ اس کی تعمیر میں بغداد، قسطنطنیہ اور دوسرے اہم مسلم مراکز کے ماہر کاریگروں نے حصہ لیا تھا اور یہ مکمل طور پر مسلمانوں کے فن تعمیر کا نمونہ ہے۔

لاہور شالیمار باغ اور کشمیر کے نشاط باغ کی جگہ کا انتخاب بڑی احتیاط سے کیا گیا ہے ان کے خوبصورت اور متناسب لان، پھولوں کے پودوں کی پرداخت اور جوش سے ابلتے فواروں کی حسین ترتیب انسانی مساعی کا حسین ترین عجوبہ ہیں۔ ایچ جی ویلز کہتا ہے۔

"مغلوں کے فنکارانہ اور تعمیری فن کے کارنامے اب بھی بے شمار ہیں، جب لوگ ہندوستانی آرٹ کی بات کرتے ہیں تو عام طور پر ان کے ذہن میں اس عظیم دور کا تصور ہوتا ہے۔"

اس مقام پر جانا دلچسپی کا موجب ہوگا کہ منگول اسلام قبول کرنے سے قبل بڑے تند خو اور غیر مہذب تھے۔ جنگجو چنگیز خاں کی نسل جب رضا کارانہ طور پر حلقہ بگوش اسلام ہوئی تو اس نے عمدہ تہذیبی قدروں کو بڑا فروغ بخشا۔

اب میں مسلمانوں کے سائنس اور ادب کے کارنامے بیان کروں گا اس کا آغاز میں آج کی کچھ یونیورسٹیوں اور ان کی سابقہ خدمات سے کر رہا ہوں۔

قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی دنیا میں طلبہ کی سب سے بڑی درسگاہ ہے اور اسلامی دنیا کا ثقافتی مرکز ہے اس میں تحقیق کے لئے تمام تر مراعات موجود ہیں علی گڑھ کی مسلم یونیورسٹی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

اسلامی علوم کی ممتاز درسگاہ ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کا عظیم تعلیمی سرمایہ ہے، حیدرآباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی بھی بڑی شہرت کی حامل ہے اس کی شاندار عمارت، عمدہ کیمپس ممتاز اور مخصوص نظام نے اسے تعلیم کا اہم مرکز بنا دیا ہے۔

مسلمانوں کے علوم نے نہایت گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ عربی زبان کے یہ الفاظ جیسے زبرو، صفر ٹریفک، ایڈمرل، میگزین، الکوحل، کاروان، چیک اور ٹیرف بین الاقوامی الفاظ بن چکے ہیں۔ سپین کے مسلمانوں کی تاریخ بڑی ممتاز ہے ان کی محنت و جانفشانی سے اسلامی دولت میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ انہوں نے کاشتکاری کے سائنٹفک طریقے اختیار کئے، کھاد کا استعمال کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے زمین کی صلاحیت کے مطابق فصلوں کی کاشت شروع کی، باغبانی کے فن کو انہوں نے نہایت فروغ دیا۔ پھلوں اور پھولوں کی نئی اقسام دریافت کیں، نیز مشرق کے بہت سے اشجار اور پودوں کو مغرب میں روشناس کرایا۔ فن زراعت پر متعدد کتابیں لکھیں، آبپاشی کا موزوں ترین طریقہ اپنایا جو آج تک سپین میں مروج ہے انہوں نے کماد، چارے اور کپاس کی کاشت کا رواج دیا اور عطریات مشروبات اور مختلف قسم کی شراب تیار کی، نیز قالین سازی زردوزی اور ریشمی کشیدہ کاری اور چمڑے کا کام شروع کیا اور ان فنون کو کمال تک پہنچایا۔

ہم سپین کے مسلمانوں کے بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے بہت سے کارآمد سائنسی علوم سے ہمیں روشناس کرایا۔ خاص طور پر کیمیا سے انہوں نے سادہ عربی ہندسوں سے متعارف کرایا۔ جنہیں ہم حساب میں استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں حساب، علم فلکیات، علم ادویات اور فلسفہ سکھایا، وہ مسیحی اقوام سے علوم میں اتنے آگے تھے کہ یورپ کی تمام مسیحی اقوام کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ قرطبہ کے عربی سکولوں سے تعلیم حاصل کریں۔

پندرہویں صدی تک زمین کو کائنات کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ سورج اس کے گرد گردش کرتا ہے، لیکن قرآن کریم نے اپنی 36ویں سورۃ میں کہا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

''سورج اپنے مقررہ راستوں پر چلتا رہتا ہے اور ہر ستارہ اپنے آسمان پر گردش کرتا ہے'' اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ سورج چاند زمین اور دیگر اجرام فلکی اپنے اپنے محور کے گرد گھومتے ہیں جب مغربی سائنس دانوں نے قرآن کی اس وضاحت کو پڑھا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا، نوسو سال بعد سائنسی دنیا نے لطلیسوی نظریات کی مذمت کی اور مغربی سائنس نے قرآنی نظریہ کو اپنالیا۔

زیرو کو کوئی نہیں جانتا تھا حتی کہ ابن مسوی نے نویں صدی میں اسے رواج دیا۔ اعشاری نظریہ کو بھی سب سے پہلے اس نے روشناس کرایا۔ ہندوسوں کی حیثیت ترتیب دی کچھ ہندوستانیوں کا دعوی ہے کہ زیرو ہندوستانیوں کی ایجاد ہے تاہم یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ الجبرا خاص طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ الوارزمی نے فلکیات اور ریاضی پر رسالے لکھنے کے علاوہ الجبرا میں بھی بڑی اہم خدمات سرانجام دیں۔

عمر خیام نے 1079ء میں کیلنڈر کی اصلاح کی اور اس نے مساوات استعمال کر کے اپنی خدمات کا دائرہ بڑھا دیا۔ مدور علم مثلث مسلمانوں کا دوسرا کارنامہ ہے جس میں حلب زرایہ مماس اتمام کی تخلیق کی گئی۔ طبیعات میں پنڈولم عربوں کی ایجاد ہے۔ الہیثم نے علم بصر کو ترقی دیدی اور بطلیموس اور اقلیدس کے اس خیال کو چیلنج کیا کہ آنکھ سے کی طرف بصری شعاعیں پھینکتی ہے۔ عربوں نے متعدد صدر گاہیں تعمیر کیں اور فلکیاتی آلے ایجاد کئے جو ابھی تک استعمال ہوتے ہیں۔

انہوں نے سورج گرہن کی حالت کے زاویئے اور نقطہ اعتدال کی پیائش کی۔ ہماری یونیورسٹیوں نے مابعد الطبیعات علم الحیوانات اور علم کی طرف بھی خاص توجہ دی اور پھر کیمیا میں بھی مسلمانوں نے سب سے پہلے نائیٹرک اور سلفیورک ایسڈ کے استعمال کو دریافت کیا۔ علم الابدان اور حفظان صحت کو بھی مسلمانوں نے فروغ دیا۔ مخزن الادویہ جس کا استعمال ہمارے اسلاف نے کیا آج بھی وہی استعمال ہو رہی ہے۔ مسلمان سرجن صدیوں

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

پہلے سن کر دینے والی ادویات کے علم سے بخوبی آگاہ تھے اور انہوں نے بعض بہت مشکل آپریشن کئے جو بڑے مشہور ہوئے۔ اس زمانے میں جب کلیسا نے یورپ میں ادویات پر پابندی عائد کر رکھی تھی مسلمانوں کی ادویات کی سائنس بڑی ترقی یافتہ تھی۔ ابن سینا نے جسے رئیس الاطبا کہا جاتا ہے۔ اصفہان میں علم طب اور فلسفہ کی تعلیم برسوں جاری رکھیں، بارہویں صدی سے سترہویں صدی تک وہ یورپ میں رہبر طب اور معلم طب سمجھا جاتا تھا۔ اسلام رازی نے طب پر دوسروں سے زائد کتابیں لکھیں، انہیں چیچک اور خسرہ کے علاج کے بارے میں بڑی شہرت حاصل ہوئی، صنعتوں میں مسلمان صناعوں نے خوبصورت ڈیزائن اور کاریگری میں دنیا بھر میں فوقیت حاصل کی سوتی کپڑے کے فروغ کے سلسلے میں ان کی خدمات مسلمہ ہیں۔ مسلمانوں نے صنعت ظروف سازی میں بھی کمال حاصل کیا۔ رنگنے کے تمام مشکل طریقوں کا استعمال کیا، نیز چمڑے کی دباغت کے طریقے ایجاد کئے، انہوں نے کاغذ بنایا، کاغذ بنانے کا فن انہوں نے وسط ایشیا کے ذریعہ چین سے سیکھا اور پھر اس فن کو عربوں نے یورپ تک پہنچایا۔ اس سے قبل یورپ والے چمڑے یا جھلی پر لکھا کرتے تھے۔ مسلمان تاجروں نے تجارت کو بھی بڑا فروغ دیا۔ اس سے ان کا عالمگیر رابطہ تیزی سے بڑھتا چلا گیا اور عربی عالمی زبان کا درجہ اختیار کر گئی۔

آٹھویں صدی کے وسط اور خلیفہ المنصور کے دور میں بغداد میں ایک تحقیقاتی دارالترجمہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں یونانی، ژند، سامی لاطینی اور سنسکرت کی کتب کے تراجم کئے گئے، شام میں قدیم خانقاہوں سے قیمتی مسودات تلاش کئے گئے۔ یونانی فلسفہ خاص طور پر افلاطون اور ارسطو کا فلسفہ ان علماء کی وساطت سے اسلامی دنیا میں آیا جنہیں قدیم اسکندریہ کی درس گاہوں سے زبردستی نکال دیا گیا تھا۔ بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں بطلیموس اور اقلیدس پر بڑا تحقیقی کام ہوا جن دنوں ارسطو کی کتابیں یورپ کی درسگاہوں میں پڑھانے کی ممانعت تھی ان اداروں میں مسلمان علماء نے ان کا گہرا مطالعہ کیا،

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

برٹرینڈ رسل کہتا ہے کہ ارسطو کی شہرت مسلمانوں کی رہین منت ہے اس سے قبل اس کا ذکر شاذ ہی ملتا ہے اور اسے افلاطون کا ہم پلہ نہیں سمجھا جاتا۔ افلاطون بالخصوص ارسطو کے فلسفیانہ افکار کا مسلمانوں کی درس گاہوں میں ان کا مطالعہ ضروری ہو گیا۔ یونانی فلسفہ کے مادی مکتبہ فکر کے زیر اثر اسلامی دنیا میں مادیت اور عقلیت کے مکاتب فکر قائم ہوئے دونوں مکتبوں کے درمیان جس ذہنی تصادم کا آغاز بغداد میں ہوا وہ جلد ہی اسلامی دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں نیز سپین تک پہنچ گیا مذہبی جنون کے اس دور میں بھی مختلف مکتبوں میں خدا کی حقیقت پر آزادانہ مباحث ہوئے۔ ممتاز فلاسفر ابن رشد نے خدا کی حقیقت پر پوری آزادی سے تفصیلی بحث کی، ماسوائے حکمرانوں کے مختصر گروہ کے اس کے نظریات سنے اور برداشت کیے گئے۔

مسلمانوں کا ادب نظم و نثر کے خزانوں سے معمور ہے۔ عمر خیام کا بطور شاعر سعدی حافظ اور نظامی جیسے بلند پایہ شعراء سے موازنہ کریں تو اس کی شاعرانہ حیثیت گہنا جاتی ہے الف لیلہ کی خیرہ کن داستانیں ہمارے ادب کا محض ایک جزو ہیں۔ مغربی دنیا میں ہماری رسائی بہت کم ہوئی ہے شاید اس لئے کہ ان کا ترجمہ کرنا مشکل تھا اور شاید اس لئے بھی کہ ان کے نفس مضمون اور اسلوب نگارش میں روایتی اختلاف موجود ہے۔

مسلم ثقافت کی شادابی نے مختلف ذرائع سے بالیدگی حاصل کی ہے۔ عربوں نے زود اثری اور سادگی، ترکوں نے توانائی کا جذبہ، ہندوستانیوں نے دقیقہ سنجی اور ایرانیوں نے اسے تحقیقی رجحان اور لطافت و نزاکت عطا کی ہے۔

ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جسے باہمی نزاع نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ایک دنیا جس میں بین الاقوامی تعلقات دو وجوہ سے غالب ہیں اولاً اجتماعی تحفظ، ثانیاً طاقت کا توازن مختلف ناسازگار اداوار کے اثرات نے ہمیں بلاکوں میں صف آراء کر دیا ہے۔ ایک سانس میں عالمی رہنما امن کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسرے میں ایٹم بموں سے تہذیب کو

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

معدوم کرنے کی دھمکی دیتے ہیں ہماری حیثیت افسوس ناک طور پر ناپائیدار ہے سامراج نے دنیا کے ہر حصے میں ہمارا خون نچوڑ لیا اور ہماری قوت کو مفلوج کر دیا۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی نئی نسل جو ایک نئی حرکت یعنی انصاف پر مبنی ایک نظام کی رہنما ہوگی استحصال کا خاتمہ چاہتی ہے اب بھی ہم میں متعدد یکسانیت کے رشتے برقرار ہیں اور اپنی ثقافت کی وحدت کی بناء پر ہم سیاسی طور پر دوبارہ متحد ہو سکتے ہیں۔ اسلامی کنفیڈریشن مسلمانوں کو ان کے محفوظ مستقبل کی ضمانت دے سکتی ہے اس مقصد کے حصول کیلئے ہمیں شدنی امور سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔

تہذیب کو نشو ونما کا جوہر ہم نے عطا کیا ہے اور اس کے عوض ہم ہی بیرونی قوتوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں۔ انڈونیشیا میں ہمیں اس لئے ذبح کیا جا رہا ہے کہ ہم بیرونی تسلط سے نجات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جاوا سے مراکش تک ہمارے دشمن موجود ہیں۔ میں انتقام لینے کیلئے متحد ہونے کو نہیں کہوں گا لیکن ان حقوق کے تحفظ کیلئے جو ابھی تک ہمارے پاس ہمیں طاقتور ہونے کی ضرورت ہے طاقت کیلئے اتحاد بے حد ضروری ہے، بدقسمتی سے قوت کا مقابلہ قوت ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے ہاتھوں میں ہمارے عوام کا مستقبل ہے اور ہم پر ان کی آزادی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم دنیا کو اخوت انسانی کا بلیو پرنٹ دیں گے جیسا کہ ہمارے اسلاف نے تیرہ سو سال قبل دنیا کو باہمی انسانی تعاون کا فارمولا دیا تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران ہندوستانی مسلمانوں نے ترکی کے مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا جب 1911ء میں ترکی پر حملہ ہوا تو ہندوستانی مسلمانوں نے ان کیلئے دلی ہمدردی کی پرجوش لہر محسوس کی، مسلم قائد مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بھائی مولانا شوکت علی کو انگریزوں نے ترکوں سے ہمدردی کی بنا پر جیل بھیج دیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی ''تحریک خلافت'' اس اخوت کی تخلیص تھی جو انہیں دوسری مسلم اقوام سے رہی ہے۔ شاعر

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

پاکستان علامہ اقبال نے ترکی کے حشر پر مسلمانوں کے جذبات کا اظہار کر کے انہیں لافانی بنا دیا۔ جب اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا کا انتقال ہوا تو عالم یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمان رنج و غم میں ڈوب کر رہ گئے تھے۔

ان دنوں میں بہت چھوٹا تھا لیکن مجھے بھی یاد ہے کہ میرا ملازم ڈبڈبائی آنکھوں اور خشک ہونٹوں سے مجھ سے کہہ رہا تھا:

"کاش مصطفیٰ کمال کی موت کی خبر سننے کی بجائے اپنے اکلوتے بیٹے کے مرنے کی خبر سن لیتا۔"

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

قائداعظمؒ اور قائدعوامؒ

منزل کی طرف:

قائداعظم نے اپنی مختصر سی زندگی میں جو غیر فانی کارنامہ انجام دیا ہے اس کے باعث خود ان کی زندگی بھی غیر فانی بن گئی ہے۔ بابائے قوم نے اپنی قوم کو دوہری غلامی سے نجات دلائی یہ آپ ہی کی ذہانت اور شبانہ روز محنت کا ثمر ہے کہ ارض وطن کے باشندے اپنی آرزوؤں کے مطابق اپنا مستقبل سنور سکتے ہیں۔

آپ کردار کی عظمت سے قوم کے عظیم قائد بنے۔ تعمیر سیرت کے لئے چار عناصر کا ہونا ضروری ہے۔ قوت ارادی، قوت فکر، قوت تنظیم اور قوت استقلال، بانی پاکستان کی سیرت میں یہ عناصر پوری طرح موجود تھے۔ آپ کی قوت ارادی اور قوت فکر نے برصغیر کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اور ان کے عزم و استقلال نے دنیا کے نقشے پر حیرت انگیز انقلاب برپا کیا۔

کردار جرات محنت اور استقلال:

بابائے قوم کی زندگی چند اصولوں وضوابط کی پابند تھی۔ انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اصول وقانون کے منافی ہو۔ انہوں نے صحیح مقصد کے حصول اور منزل تک پہنچنے کے لئے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

راہیں ضرور بدلیں لیکن اصول نہیں بدلے۔ ان کی زندگی میدان سیاست میں مثالی حیثیت رکھتی ہے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے تو آپ نے فرمایا ''کردار، جرات محنت اور استقلال'' یہ چار ایسے ستون ہیں جن پر انسانی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔ قائداعظم حق بات کہنے سے کبھی نہیں ہچکچائے، آپ نے ہمیشہ تنقید کا خیر مقدم کیا آپ کہا کرتے تھے کہ ہر شخص سے غلطی ہوسکتی ہے مجھ سے بھی غلط ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کے کام کے بارے میں مشورہ دے اور اس پر تنقید کرے مگر یہ تنقید تعمیری اور نیک نیتی پر مبنی ہونی چاہیے۔

قائداعظم مملکت کے بانی کی حیثیت سے سیاست اور عصبیت سے بالاتر شخصیت رکھتے تھے۔ پاکستان کو ایک ایسی قیادت کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے جو اپنے قائد کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ملک وملت کے لئے کام کرے۔ دنیا میں بابائے قوم جیسے عظیم دانشور مفکر اور سیاستدان کم ہی پیدا ہوں گے۔ جنہوں نے دنیا میں اتنی بڑی تبدیلی پیدا کی۔ لیکن افسوس کہ ان کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی اپنے قائد کے اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھا۔ نتیجتاً رفتہ رفتہ افراد قوم کی اکثریت ان کے نظریات اور فرمودات کو بھولنے لگی ہم کاروں، بنگلوں اور دنیاوی لذت کے دلدادہ ہوگئے اور قائداعظم کے اصولوں اور قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد کو فراموش کر بیٹھے، ہم صراط مستقیم سے بھٹک گئے اور جو نقصان ہم نے اٹھایا اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔

1946ء میں حضرت قائداعظم نے مسیحیوں کو یقین دلایا تھا کہ اگر وہ ان کا ساتھ دیں گے تو پاکستان میں ان سے منصفانہ اور فیاضانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ قائداعظم کے وعدوں کے پیش متحدہ ہندوستان کی اکلوتی مسیحی سیاسی جماعت انڈین کرسچین ایسوسی ایشن نے پاکستان کی حمایت کی اور پاکستان کے حق میں ووٹ دیا یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ جہاں قائداعظم محمد علی جناح اکثریت کے قائداعظم ہیں وہاں اقلیتیں بھی انہیں اپنا

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

قائداعظم تسلیم کرتی رہی ہیں اور ان کے قائم کردہ پاکستان کو بلاتفریق اکثریت و اقلیت ہر انسان کی پناہ گاہ سمجھتی ہیں۔

قائدعوام تیسری دنیا کے عظیم رہنما:

قائداعظم کے بعد قائدعوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس مملکت میں حقیقی جمہوریت کے لئے داغ بیل ڈالی ہے اور عوام میں سیاسی شعور پیدا کر کے انہیں ان کے حقوق و فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ قائدعوام نے اقلیتوں کے امور کی وفاقی وزارت قائم کی ہے انہیں آئین میں مثالی تحفظات دیئے گئے ہیں اور ان کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ اقلیتی نمائندوں کے لئے الگ نشستیں مخصوص کی ہیں۔ یہ ان کی بالغ نظری اور انصاف پسندی کا ثبوت ہے ملک میں سماجی، اقتصادی تعلیم اور دیگر اصلاحات اقلیتوں کے لئے یکساں سودمند ہونے کے باعث ایک انصاف پسند خوشحال معاشرے کے قیام کی ضامن ہیں۔ قائدعوام نے جن حالات میں ملک کی باگ ڈور سنبھالی تھی ان کے پیش نظر پاکستان کا موجودہ استحکام بلاشبہ ایک معجزہ ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی اس امر کا اعتراف کھلے بندوں کیا جارہا ہے کہ عوامی حکومت نے قائدعوام کی سربراہی میں ملک کی کایا پلٹ دی ہے اور اسے سنگین بحران سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچایا ہے۔ قائدعوام دراصل پاکستانی اکثریت ہی کے قائد نہیں بلکہ اقلیتوں کے بھی قائد ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ تیسری دنیا کے عوام کے عظیم رہنما ہیں۔

اقلیتیں قائداعظم کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے قائدعوام کی ہمہ جہت جدوجہد میں ان کے سپاہیوں کی طرح مستعد اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں کیونکہ انہیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا بھرپور احساس ہے۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

قائداعظمؒ سے قائدعوامؒ تک

''اب ہم سب پاکستانی ہیں، نہ بلوچی، نہ پٹھان، نہ سندھی نہ بنگالی، نہ پنجابی، ہمیں پاکستان اور ''صرف پاکستانی'' کہلوانے پر فخر ہونا چاہئے۔ ہم جو کچھ محسوس کریں جو کچھ عمل کریں جو قدم بھی اٹھائیں پاکستانی اور فقط پاکستانی کی حیثیت میں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب بھی آپ کوئی نیا اقدام کریں تو پہلے رک کر ذرا سوچ لیجئے کہ یہ آپ کی ذاتی یا مقامی پسند و ناپسند کے زیر اثر ہے یا پاکستان کی فلاح و بہبود کا خیال دوسری سب باتوں پر غالب ہے۔''

''ہمیں ہر روز نئے سبق مل رہے ہیں اور نئے تجربے حاصل ہو رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اب آپ ایک آزاد اور خود مختار مملکت کے شہریوں کی حیثیت سے اپنے سر بلند رکھیں جب آپ کی حکومت اچھا کام کرے تو تعریف کریں۔ ہر وقت نکتہ چینی، عیب جوئی، وزارت یا عہدوں کے خلاف تخریبی تنقید سے لذت حاصل کرنے کی پرانی عادت چھوڑ دیں یہ آپ کی اپنی حکومت ہے جو سابقہ حکومتوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہاں جب حکومت کوئی غلط کام کرے تو بے خوفی سے تنقید کیجئے میں صحت مند اور تعمیری تنقید کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

18 اپریل 1948ء (ایڈورڈ کالج پشاور)

آج سے 55 برس پہلے یہ الفاظ قائداعظم نے ایک ایسی درسگاہ میں کہے جہاں میں

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

تعلیم حاصل کر چکا ہوں مگر اس وقت میں بہت چھوٹا سا تھا اور قائداعظم کے متعلق کبھی کبھی کچھ سن لیا کرتا تھا۔ لیکن وہ زمانہ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ہم بچوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے "لے کے رہیں گے پاکستان" نعرہ لگایا کرتے تھے اور آخر 14 اگست 1947ء کو ہمنے پاکستان حاصل کر لیا لیکن قائداعظم ہم سے بہت جلد بچھڑ گئے میں نے کہا ہے نا، میں بہت چھوٹا سا تھا اس لئے میں تحریک میں حصہ نہ لے سکا میں نے قائداعظم کا نام سنا تھا۔ مگر ان کی قربت حاصل نہ ہوئی پاکستان نیا نیا بنا تھا دشمن کی نظریں بھی اس نومولود ملک پر جمی ہوئی تھیں اور وہ انتظار کر رہا تھا کہ یہ ملکی کتنی دیر زندہ رہتا ہے پاکستان کی عمر کے ساتھ میری عمر بھی بڑھتی گئی۔ حالات بدلتے گئے جب میں نے ہوش سنبھالا تو اس ملک کے حالات خراب سے خراب تر دیکھے۔ دشمن ان سے فائدہ اٹھانے کی سوچنے لگا۔ بالآخر 1965ء میں دشمن نے وطن عزیز پر حملہ کر ہی دیا وہ تو اچھا ہوا قوم سنبھل گئی اور متحد ہو گئی ورنہ شاید یہ ملک ختم ہو جاتا۔ ان حالات کے بعد ملک کی باگ ڈور ایک بار پھر عیاش اور خودغرض لوگوں کے ہاتھ آ گئی۔ اور پھر دنیا کی اس عظیم اسلامی مملکت کا سورج ڈوبتا ہوا نظر آنے لگا۔ کیونکہ ملک میں سے برسر اقتدار طبقے نے بارہ کروڑ عوام کے اس ملک کو ذاتی ملکیت بنا لیا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کاش آج قائداعظم زندہ ہوتے۔ آج ان کی دی ہوئی امانت میں خیانت ہو رہی تھی ملک کے خودغرض سیاست دانوں نے ملک کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں بانٹنے کی ٹھان لی۔ ملک کے نااہل عیاش خودغرض حاکم اسے داؤ پر لگانا چاہتے تھے۔ آخر ان کی نااہلی کی وجہ سے ملک بٹ گیا۔ ہم سے ایک بازو کٹ گیا، اور ہمارے بھائی اپنی ہی خود غرضی کی وجہ سے ہم سے جدا ہو گئے۔ ملک کے ہزارہا فرزندوں نے اپنی جانیں ملک کی راہ میں قربان کر دیں جب بھائی ہی بھائی کے خون کا پیاسا ہو تو دشمن کیسے چپ بیٹھ سکتا ہے۔

بقول قائداعظم کے "ہاں جب حکومت کوئی غلط کام کرے تو بے خوفی سے تنقید کیجئے لیکن یہاں تو تنقید کرنے والوں کو جیلوں میں ڈالا گیا۔ انہیں اذیتیں دی گئیں مگر حقیقت کی

کب چھپا سکتا ہے پاکستان کے دولخت ہو جانے کے بعد جب دشمن بڑی عیاری سے وطن عزیز کے جیالوں کو اسیر کر کے لے گیا تو ملک کی فضا سوگوار ہوگئی دلہنوں کے سہاگ لٹ چکے تھے ماؤں کے لعل ان سے جدا کر لئے گئے۔ تو یہ اجڑا ہوا پاکستان اس مرد مجاہد کے حوالے کر دیا جو آج قائد عوام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے اس ملک کی باگ ڈور اس وقت سنبھالی جب کہ یہ ملک دم توڑ رہا تھا لیکن اب میں جوان تھا۔ قائد اعظم کو تو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکا۔ مگر قائد عوام سے ملنے کا شرف مجھے حاصل ہو ہی گیا۔ ساری قوم قائد عوام کے ہمراہ تھی اور میں بھی۔ قائد عوام نے بڑی محنت لگن کے ساتھ ملک سے مایوسی و ناامیدی کی فضا کو ختم کیا اور عوام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا۔ جنگی قیدیوں کو دشمن کی قید سے رہائی دلائی اور ہزاروں مربع میل کا خطہ اراضی دشمن سے واپس لیا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار عوام کی نمائندہ اسمبلی کا اجلاس ہوا اور قوم کو آئین ملا جب قائد عوام نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو سب سے پہلے اقلیتوں کے مسائل کی طرف توجہ دی پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق اور ان کی مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کے متعلق گزشتہ 28 برس میں کسی بھی حکومت نے توجہ نہیں دی عوامی حکومت نے ہی اس مسئلہ کو حل کیا۔ اور یہ صرف یہ کہ اقلیتوں کو نمائندگی دی بلکہ اقلیتوں کو پاکستانی عوام کا مستقل جزو تسلیم کرتے ہوئے ان کے لئے ایک علیحدہ وزارت برائے اقلیتی امور قائم کی جس کے ذمہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کی ذمہ داری سونپی گئی۔ قائد عوام کا یہ اقدام قابل تحسین ہے جس کا پاکستان کی اقلیتوں نے بڑی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔

قائد عوام کا دوسرا سب سے بڑا اقدام جو انہوں نے ملکی مفاد کے لئے کیا وہ ان کی انقلابی اصلاحات ہیں جس سے انہوں نے ملک کی معاشی و اقتصادی حالت کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے آج پاکستان کو بنے ہوئے 29 سال گزر چکے ہیں مگر اس دوران میں جتنی بھی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

حکومتیں آئیں وہ پاکستان کی قسمت سے کھیلتی رہیں۔لیکن گزشتہ چار سال کے عرصہ میں پاکستان نے قائدعوام کی قیادت میں شاندار ترقی کی ہے۔آج قائداعظم ہم میں نہیں ہیں ان کا پاکستان ابھی زندہ ہے۔ قائدعوام نے جن کٹھن مراحل سے گزر کر پاکستان کی حفاظت کی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے آج بھی قائداعظم کے کہے ہوئے وہ الفاظ مجھے بے ساختہ یاد آرہے ہیں جوانہوں نے 57 برس پہلے کہے تھے''اس خیال کو اپنے قریب تک پھٹکنے نہ دو کہ تمہارے دشمن کبھی اپنی سازشوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس صورت حال کو جس سے تم دوچار ہو سہل نہ جانو،اپنے دلوں کو ٹٹولو اور پتہ لگاؤ کہ اس نئی اور عظیم مملکت کی تعمیر میں اپنا فرض ادا کر چکے ہو یا نہیں، یہ سوچ کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ تمہیں ایک کٹھن کام درپیش ہے۔تاریخ میں ایسی نوخیز قوموں کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے عزم صمیم اور قوت کردار سے کام لے کر خود کو مضبوط بنایا تم اپنے اباء کی طرح اور دوسری قوموں کی طرح کامیاب ہو سکتے ہو۔ضرورت صرف اس بات کی کہ تم اپنے اندر مجاہدانہ صفات پیدا کرو،تم ایسی قوم ہو جس کی تاریخ ان لوگوں کے ذکر سے مالا مال ہے جو حیرت انگیز استقلال کردار اور الوالوالعزمی کے مالک تھے۔اپنی روایت کا حق ادا کرو اور اپنی تاریخ میں عظمت وشان کے ایک نئے باب کا اضافہ کردو۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

پاکستان پیپلز پارٹی
منشور اور بنیادی
دستاویزات 1967ء

پاکستان پیپلز پارٹی کے تاسیسی اجلاس کی توثیق شدہ دستاویزات اور قراردادیں
منعقدہ مورخہ 30 نومبر و یکم دسمبر 1967ء داعی: ذوالفقار علی بھٹو

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دستاویز نمبر 1 **تاسیسی اجلاس**

نام

تاسیسی اجلاس کے فیصلہ کے مطابق پارٹی کا نام
پاکستان پیپلز پارٹی ہوگا

- اسلام ہمارا دین ہے۔
- جمہوریت ہماری سیاست ہے۔
- سوشلزم ہماری معیشت ہے۔
- طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دستاویز نمبر 2 تاسیسی اجلاس

پرچم

جماعتی پرچم کے لئے اجلاس نے مندرجہ ذیل تجویز منظور کی

- پرچم تین برابر کے عمودی حصوں پر مشتمل ہوگا۔ دستہ کے قریب لال، درمیان میں سیاہ، اور دوسرے سرے پر سبز۔
- ہلال اور پانچ کونہ ستارہ سیاہ حصہ میں ہو اور ہلال کے سرے بائیں جانب ہوں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دستاویز نمبر 3 تاسیسی اجلاس

ایک نئی پارٹی کیوں؟

پاکستان اپنی آزاد اور خود مختار زندگی کے تیسرے عشرہ میں داخل ہو رہا ہے لیکن 12 کروڑ پاکستانیوں کے تمام بنیادی مسائل کا حل اور ان کا مستقبل ابھی تک غیر یقینی ہے یہ بات اس لئے بھی زیادہ افسوس ناک ہے کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد اس برصغیر کے مسلمانوں نے مکمل اتحاد کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کی بنیادیں اسلام کے بنیادی اصولوں پر استوار کی جائیں گی اور ہماری سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی اسلام کے دینی اور دنیوی اصولوں کی قوت سے رواں دواں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ نہ ہو سکا اور اس لئے کسی لمبی چوڑی وضاحت کی ضرورت نہیں مارشل لاء سے پہلے پاکستان اپنی قومی زندگی کے تمام ضروری شعبوں میں بہت ہی پیچیدہ مسائل اور مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ 1956ء کے آئین کو بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا مخلوط یا غیر مخلوط انتخابات کا نظریہ، مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان صوبائی مساوات کا مسئلہ، دینی اور لادینی سیاسی نظریہ کا باہم تعلق، اقلیتوں کے حقوق، مغربی پاکستان کی وحدت کا مسئلہ اور دوسرے بہت سے ایسے ہی نازک اور بھڑک اٹھنے والے مسائل درپیش تھے۔

معاشرے میں رشوت ستانی، نفسا نفسی، اور کنبہ پروری کا اس قدر دور دورہ تھا کہ ہماری اخلاقی اور سماجی زندگی تیزی سے پستی کی طرف جا رہی تھی۔ لوگوں میں بد دلی اور مایوسی پھیل چکی تھی اور حکومت کے نظم و نسق کی اہلیت پر سے اعتماد اٹھ گیا تھا خصوصاً غریبوں اور محنت کش

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

طبقوں کے حقوق اور خواہشات کو جس بے دردی سے نظر انداز کیا گیا اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے یہی غریب اور محنت کش لوگ جن کے بل بوتے پر معاشی اور اقتصادی میدان میں سرمایہ داروں کے لئے بے انتہا ترقی کے مواقع پیدا ہوئے اور کارخانوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی۔ لیکن ان کی ترقی کے لئے جو ہماری آبادی کی اکثریت ہے مختلف حکومتوں نے کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غربت اور افلاس ہمارے ملک کے محنت کش طبقوں کو گھن کی طرح کھانے لگے۔

نوکر شاہی اور حکومت کے اہل کار بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کی بہبود کی طرف متوجہ ہوتے انہوں نے سیاسی کش مکش میں سیاست دانوں کے ساتھ اپنے آپ کو بری طرح الجھا دیا اور سیاست دانوں کے شانہ بشانہ اس آزاد ملک کے خادم بننے کے بجائے اس کے حاکم بن گئے اس وجہ سے ملک میں غیر یقینی سیاسی ماحول اور بھی نازک حالات سے دوچار ہو گیا اور ہمارے قومی وسائل میں اضطراب کی کیفیت دن بدن نمایاں ہوتی گئی۔

ملکی نظم و نسق کی کارکردگی کا معیار بجائے اس کے کہ موجودہ صدی کے بین الاقوامی معیاروں پر پورا اترتا دن بدن تیز رفتاری سے روبہ انحطاط ہوتا گیا کاشت کاروں میں بے مقصدیت اور مزدور طبقے میں بے تنظیمی اور غیر متعین راہ عمل کا احساس جڑیں پکڑنے لگا اور سفید پوش اور تنخواہ دار طبقہ اپنی جائز ضروریات زندگی کے لئے ترسنے لگا خود غرضی، اور ذاتی نفع رسانی ہمارے معاشرے کے رگ و پے میں رچ گئی۔ تعلیم اور نوجوانوں کی بہبود جو کہ قومی ترقی کا سرچشمہ قرار پاتے ہیں ہمارے ملک میں روبہ زوال ہو گئے تمام قومی ادارے ماسوائے عدلیہ اور افواج پاکستان شدید بحران کا شکار ہو گئے۔

ہندوستان کے جارحانہ عزائم کی وجہ سے ہمارے ملکی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اس کا بین ثبوت وادی کشمیر میں ہندوستان کی کھلم کھلا جارحیت تھی، جس کا مقصد دراصل پاکستان کے بنیادی، معاشی اور علاقائی حقوق پر غاصبانہ قبضہ تھا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

یہ تھے وہ حالات جو 1958ء کے مارشل لاء سے پہلے تھے عوام کی امیدوں اور تمناؤں میں ایک دفعہ پھر زندگی کی رمق نظر آئی۔ عوام نے سوچا کہ ہمارے قومی مسائل اب ایک مضبوط لیکن پر شفقت ہاتھ سے سلجھ جائیں گے نئی حکومت نے زرعی اصلاحات سے سیاسی زندگی کی تطہیر سے اقتصادی اور معاشی زندگی میں نظم وضبط کی کوشش کر کے کسی حد تک اپنے قیام کا جواز پیدا کیا بنیادی جمہوریتوں کے باعث کچھ نئے ادارے وجود میں آئے جن سے قومی مسائل کو حل کرنے کی امید دلائی گئی کسی حد تک نظم ونسق میں خرابیوں کو دور کیا گیا اور رشوت ستانی سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔

1962ء میں مارشل لاء کے ہٹنے پر ایک حد تک جمہوریت اور ''حکومت شاہی'' کا دوغلا نظام رائج کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی قریباً تمام قومی پریس کو نیشنل پریس ٹرسٹ کی صورت میں قبضے میں لے لیا اور دوسری طرف ایک سیاسی پارٹی کا اجراء کر دیا گیا جو پہلے تو کنونشن لیگ کہلائی اور بعد میں اس کا نام ''پاکستان مسلم لیگ'' رکھ دیا گیا تا کہ یہ سیاسی پارٹی ان حالات کا مقابلہ کر سکے جن کا درحقیقت جمہوریت سے انحراف کی وجہ سے پیدا ہونے کا امکان تھا۔

بنیادی جمہوریتوں کے تحت 1962ء اور 1965ء میں انتخابات ہوئے۔ موجودہ حکومت کی نافذ شدہ اصلاحات کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ حکومت اپنی افادیت اور کارکردگی کو مکمل طور پر کھو بیٹھی ہے اسی دور حکومت میں بہت سے بنیادی مسائل کا احیاء ہوا ہے اور نئے مسائل نے سر اٹھایا ہے ماضی کے مقابلے میں اب رشوت ستانی، کنبہ پروری اور دوسری بدعنوانیاں کہیں زیادہ عروج پر ہیں۔ عدلیہ جو کہ مارشل لاء سے پہلے باعث وقار وافتخار تھی مارشل لاء کے بعد ایک کمزور قومی ادارہ بن کر رہ گئی ہے اور ہمارے نظام قانون میں قانون دان طبقے کی ناراضگی کے باوجود اس قدر الجھنیں اور بے ضابطگیاں داخل کر دی گئی ہیں کہ عوام سے جس کے حقوق کی پشت پناہی عدلیہ اور قانون ہی کرتے ہیں یہ ڈھال بھی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

چھین لی گئی ہے۔

جرائم اور تشدد کی واردتوں میں روز افزوں اضافے نے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں صنعت کاری میں بے مقصد اور محض ذاتی اغراض کے پیش نظر ترقی، زرعی ترقی کی طرف مجرمانہ عدم توجہ کا باعث بنی ہے اور اس کی وجہ سے ایک بہت ہی سنگین معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے دُوررس نتائج پیدا ہونے کا امکان ہے اب حالت یہ ہے کہ اس ملک کو خوراک میسّر نہیں ہوسکتی جب تک کہ غیر ملکی گندم کی بھرمار اس ملک میں نہ کی جائے اور یہ غیر ملکی گندم ہمارے زرمبادلہ کے ذخائر کو تیزی سے ختم کرتی جارہی ہے۔

محنت کش طبقہ سخت ہیجان میں مبتلا ہے غریب اور سفید پوش طبقے کے لئے افراطِ زر اور دن بدن بڑھتی ہوئی قیمتوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہوتا جارہا ہے ہمارا دانش ور طبقہ اور نئی نسل بے حسی اور بے مقصدیت کا شکار ہورہے ہیں۔ جھوٹی اور مبتذل اقدارِ زندگی نے ہمارے قومی جذبے اور حوصلے کو خطرے میں ڈال دیا ہے طالب علموں میں اضطراب اور کرب کا احساس تیز تر ہوتا جارہا ہے۔ عوام میں قومی مسائل سے لاتعلقی کی روش پیدا ہورہی ہے سول سروس تک کو آئینی حقوق کا پہلا سا تحفظ اب حاصل نہیں رہا۔

1962ء میں ہندوستان اور چین کی جھڑپ کے بعد پاکستان کی بری بحری اور ہوائی افواج کی قوت میں جس قدر اضافے کی ضرورت تھی اس کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ حالانکہ ہندوستان نے اپنی فوجی قوت کو 1962ء کے بعد خطرناک حد تک مضبوط کرلیا تھا۔ یہ سنگین ترین لغزش ناقابل معافی ہے ہندوستان کے 1965ء کے جارحانہ حملے کے بعد شروع شروع میں فوجی طاقت کو مضبوط کرنے کی طرف کسی قدر توجہ دی گئی اب بجائے اس کے کہ تمام دوسری ضروریات کو پس پشت ڈال کر فوجوں کو مضبوط تر کیا جائے اس بات کا چرچا کیا جارہا ہے کہ دشمن ہندوستان کے ساتھ کسی نہ کسی طرح سمجھوتہ کرلیا جائے اور فوجوں میں تخفیف کردی جائے۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

خارجی معاملات اور خارجہ پالیسی میں تضاد کی وجہ سے دن بدن کھچاؤ بڑھتا جا رہا ہے مختصر یہ کہ تضاد کا یہ چکر اب اسحد تک مکمل ہو چکا ہے کہ اس کی وجہ سے اب اس ملک کے بین الصوبائی تعلقات میں بھی کشیدگی بڑھ رہی ہے۔

صدارتی اور پالیمانی طرزِ حکومت اور محدود بالغ رائے دہی کے سلسلے میں نئے آئینی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں تاشقند کے بدنام سمجھوتے اور ہندوستان کے ساتھ امن کی عاجزانہ درخواستوں کے باوجود عوام کو ان کے بنیادی حقوق سے قوانین دفاع پاکستان کیعذر رلنگ کے تحت غیر معین عرصہ کے لئے دستبردار کر دیا گیا ہے اب حال یہ ہے کہ قومی زندگی بے مقصد ہو گئی ہے اور تمام ملت کا سانس گھٹنے لگا ہے۔

قومی زندگی کو مکمل سیاسی بحران کے عمیق گڑھے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے وہ سیاست دان جو ابھی ابھی پابندیوں سے آزاد ہو کر سیاسی میدان میں واپس آئے ہیں ان میں سے کچھ نے تو حکمران پارٹی میں شامل ہو کر حکمران پارٹی کی بے مقصدیت اور بے راہروی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ دوسروں نے اپنی اپنی پارٹیوں کی دوبارہ تنظیم کر کے ایک متحدہ محاذ بنا لیا ہے کہ شاید وہ اس طرح ملک کے اندرونی اور بیرونی مسائل پر قابو پا لیں گے۔

لحظہ بہ لحظہ اور قدم بہ قدم قومی مسائل کا یہ تدریجی اور ارتقائی عمل ایک واضح صورت اختیار کرتا جا رہا ہے ان مختلف سیاسی اور قومی الجھنوں سے سلجھاؤ کی صورت ابھر رہی ہے۔ کوئی بھی ردِ عمل اور تضاد مثبت عمل اور امتزاج کی طرف لوٹتا ہے اور اسی طرح سیاسی تبدیلیاں ایک دور سے دوسرے دور میں داخل ہوتی ہیں یہ سیاسی عمل ناگزیر ہے۔

ایبڈو کے ہٹنے کے بعد سابق سیاست دان صاف طور پر دو گروہوں میں بٹ گئے ایک تو وہ جنہوں نے اپنے سیاسی مقام اور نظریات سے انحراف کسی صورت میں گوارا نہ کیا اور دوسری طرف وہ جنہوں نے صحیح سیاست اور شرافت کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسی حکومت کے دامن عاطفت میں پناہ لی جس نے انہیں سیاسی مجرم اور قومی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

تباہی کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ اس کے بعد کونسل مسلم لیگ اور دوسری سیاسی پارٹیوں نے اپنے اپنے انتخاب کئے گو کچھ پارٹیوں نے ابھی انتخابات اور کچھ ایسی ہی دوسری رسمی کاروائیوں سے گزرنا ہے۔

مئی 1967ء میں ڈھاکہ میں تحریک جمہوریت پاکستان (پی، ڈی، ایم) کا وجود کونسل مسلم لیگ، عوامی لیگ، جماعت اسلامی اور نظام اسلام پارٹی کی شمولیت سے عمل میں آیا۔ تحریکِ جمہوریت پاکستان نے آٹھ نکاتی پروگرام کے تحت پاکستان میں جمہوریت کو بحال کرنے کا تہیہ کیا گو پی ڈی ایم کے وجود میں آنے کے بعد عوامی لیگ کا ایک گروہ اسے چھوڑ چکا ہے اور ابھی یہ تحریک پوری طرح حرکت میں نہیں آئی لیکن پھر بھی یہ ہماری ملکی سیاست کی ارتقائی ترقی کی طرف ایک مثبت قدم ہے۔

جمہوریت کی بحالی کے لئے تمام قدامت پسند سیاسی پارٹیوں کا الحاق نہ صرف ہماری موجودہ سیاسی صورتِ حال کو واضح کرتا ہے بلکہ اسی سے یہ بھی عیاں ہے کہ ان مختلف قدامت پسند سیاسی پارٹیوں کے اقتصادی اور معاشرتی اصول اور پروگرام کم وبیش یکساں ہیں۔ پی ڈی ایم چونکہ قدامت پسند رجحانات کی آئینہ دار ہے اس لئے ترقی پسند عناصر پی ڈی ایم میں شامل سیاسی پارٹیوں سے آسانی کے ساتھ اشتراک عمل نہ کر سکے اگر بغور دیکھا جائے تو یہی وجہ ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی پی ڈی ایم کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کر سکی اور اسے اپنے سیاسی وجود کو علیحدہ قائم رکھنا پڑا۔

حالات کی رفتار اس بات کی متقاضی ہے کہ اب اس دور کا آغاز ہو کہ تمام روشن خیال عناصر اور سیاسی پارٹیاں بھی مل کر پی ڈی ایم کی طرح ایک علیحدہ تنظیم قائم کریں اس نئی سیاسی صورت حال سے یہ خوش آئند تبدیلی پیدا ہوگی کہ ہماری سیاسی پارٹیاں جو کہ پہلے منفی طور پر محض شخصیات کے سہارے پروان چڑھتی تھیں اب واضح طور پر دو سیاسی رجحانات رکھنے والے یعنی روشن خیال اور قدامت پسند گروہوں میں بٹ جائیں گی اس سے یہ فائدہ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

حاصل ہوگا کہ جب قدامت پسند اور ترقی پسند تنظیموں کو اپنا اپنا مقام اور اتحاد حاصل ہو جائے گا ان کے لئے آسان ہوگا کہ وہ حقیقی جمہوریت کی بحالی کی بنیاد پر آپس میں سمجھوتہ کرلیں ایک قابلِ عمل مشترکہ پروگرام بنا سکیں۔

آنے والے مہینوں میں یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ ترقی پسند پارٹیاں پی ڈی ایم کی طرح ایک ایسی تنظیم بنانے میں کامیاب ہوسکیں گی جس کی وجہ سے قومی سطح پر ایک ایسی فضا سازگار ہوگی جس میں حزبِ مخالف کی تمام پارٹیاں اکٹھا ہوکر حقیقی جمہوریت کی بحالی کے لئے آئینی جدوجہد کرسکیں گی۔

ان وجوہات کی بناء پر یہ ضروری ہے کہ حزب مخالف کی پارٹیوں کو آپس میں باہمی سوجھ بوجھ اور تعلقات کی فضا پیدا کرنی چاہیے درحقیقت اپوزیشن پارٹیوں کا نصب العین ایک دوسرے کی نفی اور نکتہ چینی کی بجائے حزبِ مخالف کے تمام عناصر اور قوتوں کو اکٹھا کرکے انہیں یک جہتی اور یکسوئی عطا کرنا ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان حالات میں کیا یہ ضروری ہے کہ ایک نئی سیاسی پارٹی بنائی جائے جب کہ اصل مقصد حزبِ اختلاف کی مختلف پارٹیوں کا اتحاد ہے اگر ذرا غور سے موجودہ سیاسی حالات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوجائے گا کہ نئی پارٹی کا قیام اس وجہ سے ضروری ہے کہ حزبِ اختلاف کی موجودہ سیاسی پارٹیوں کا اتحاد اس نئی سیاسی پارٹی کے بغیر ناممکن ہے یہ سیاسی پارٹی ہماری موجودہ سیاسی پارٹیوں کے تاریخی اور سیاسی نظریات کی الجھنوں کو سلجھانے میں ممد و معاون ثابت ہوسکے گی کیونکہ یہ کام نئی سیاسی پارٹی مخلصانہ طور پر بغیر کسی تعصب یا ذاتی عناد کے کرے گی۔ موجودہ حالات میں اس لئے بھی ایک نئی پارٹی بے حد ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر روشن خیال عناصر کو اکٹھا کرنا ممکن نہیں۔

نیشنل عوامی پارٹی بدقسمتی سے تین مخالف گروہوں میں تقسیم ہوچکی ہے اور ان میں سے خاص طور پر دو گروہوں کے اختلافات دن بدن بڑھتے جارہے ہیں اسی طرح عوامی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

لیگ نہ صرف بین الصوبائی اختلافات میں مبتلا ہے بلکہ پی ڈی ایم کے سوال پر اور دیگر اقتصادی اور سماجی مسائل پر بھی متحد نہیں رہی مختلف بڑی سیاسی پارٹیوں کے لئے گو یہ ناممکن نہیں کہ وہ اپنے اندرونی اختلافات سے درگزر کرتے ہوئے ایک قومی متحدہ محاذ قائم کر سکیں لیکن یہ یقینی طور پر بہت مشکل کام ہو گیا ہے کیونکہ ان سیاسی پارٹیوں نے اپنے اپنے تفرقات کو ایک واضح صورت دے دی ہے اس لئے ان میں باہمی اتحاد کا کام ایک نئی سیاسی جماعت ہی کر سکتی ہے جس کی بنیاد روشن خیال اصولوں پر رکھی گئی ہو عظیم قومی مفاد کے پیشِ نظر یہ ضروری ہے کہ اگلا قدم اٹھایا جائے اس لئے گو سطحی طور پر اس بات میں کچھ تضاد نظر آتا ہو کہ نئی پارٹی کا وجود ضروری ہے یا نہیں لیکن دراصل اتحاد عوام کے لئے ان حالات میں اس سے زیادہ مثبت اور تعمیری اقدام اور کوئی نہیں کر سکتا تمام قوم اور تمام ملّت اتحاد کے لئے تڑپ رہی ہے حزبِ اختلاف اپنی تمام کوششوں کے باوجود ابھی تک یہ اتحاد قائم نہیں کر سکی اس کی وجہ یہ ہے کہ اتحاد کے لئے محض خواہش کی ضرورت ہی نہیں اور اتحاد محض کہنے سے ہی نہیں حاصل ہو جاتا اتحاد عوام کے لئے ٹھوس کام، قربانیوں اور وسائل کی ضرورت ہے یہ نئی سیاسی جماعت خدا نے چاہا تو یہ کام کر کے دکھائے گی اور اتحاد عوام کا وسیلہ بنے گی۔

اس نئی سیاسی پارٹی کے قیام کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک کا ایک فعال حصہ جس میں ہماری نئی نسل پیش پیش ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی سے پاکستان کی بڑی بڑی مشکلات کو حل نہیں کیا جا سکتا ہر زمانے کا اپنا سیاسی ماحول اور اپنے سیاسی خدوخال ہوتے ہیں موجودہ دور جو کہ نئی امنگوں اور ان سے وابستہ عمل کی نئی دعوتوں کا آئینہ دار ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک نئی سیاسی پارٹی نئی قوت اور نکھار کے ساتھ پاکستان کے تمام عوام کے لئے ایک ایسے مثالی معاشرے کی تعمیر کا کام سنبھال لے جس کے لئے اس ملک کے عوام نے بے انتہا قربانیاں دی ہیں اب عوام کبھی بھی اس بات پر رضا مند نہیں ہو سکتے کہ وہ محض ماضی کی طرف دیکھتے رہیں اور نہ ہی وہ موجودہ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

حالات کی سنگینی کو اور زیادہ برداشت کر سکتے ہیں۔ عوام چاہتے ہیں کہ عدل و انصاف پر مبنی ایک نیا نظام قائم کیا جائے جس میں ملک کے کروڑوں عوام کے بنیادی حقوق اور مفاد کا تحفظ ہو سکے یہ کام اور یہ فرض، ایک نئی جماعت ہی ادا کر سکتی ہے کہ ہمارے قومی مسائل کا حل ہماری قومی اقدار کے مطابق روشن خیالی اور نئے نقطہ نظر سے تلاش کیا جائے گا۔

ہمارے اندازِ فکر میں انقلاب آفریں تبدیلی کی اشد ضرورت ہے اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں لمبا راستہ اختیار کرنا کوئی خوشگوار کام نہیں جب کہ چھوٹا راستہ موجود ہو لیکن پاکستان کے موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ لمبا راستہ اختیار کیا جائے ہمیں تجربے نے یہ بتا دیا ہے کہ جب ایسے مسائل درپیش ہوں جن سے عوام اور ملک کی تقدیر وابستہ ہو آسان اور چھوٹا راستہ دراصل منزل سے آشنا نہیں کرتا بلکہ سراب کی نشان دہی کرتا ہے۔

ان سیاسی حقیقتوں کے پیشِ نظر اور عظیم ملی مفاد کے لئے جن کا کسی حد تک تجزیہ کیا گیا ہے یہ حقیقت اب واضح ہو چکی ہے کہ ایک نئی سیاسی جماعت اور ایک نیا سیاسی لائحہ عمل اور دستور اس قوم اور ملت کے لئے اشد ضروری ہیں موجودہ حالات میں ایک نئی سیاسی جماعت کی تنظیم اور نشو و نما بہت مشکل کام ہے اس سلسلہ میں تمام مجبوریوں اور بندشوں کا احتساب ضروری ہے لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود جو کہ اس قدم کو اٹھانے پر پیش آئیں گی ہماری سیاسی زندگی کی موجودہ صورت اور ہمارا قومی مفاد اس راستے کو اختیار کرنے پر ہمیں دعوت دیتے ہیں چاہے اس کے لئے ہمیں انتہائی قربانی دینی پڑے اور اپنا آپ وقف کرنا پڑے۔ صرف اسی راستے کو اختیار کرنے سے ہی قومی یک جہتی اور حب الوطنی کے مفادات کو تقویت پہنچائی جا سکے گی عوام اپنے جذبۂ اخلاص اور یقینِ محکم کے طفیل اس بات کے قابل ہیں کہ وہ حقیقت پسندی سے اپنے تمام مسائل کو خود حل کر سکیں اسی لئے اتحادِ عوام اس نئی سیاسی جماعت کا نصب العین ہے تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے مشعلِ راہ ہمارے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

قائداعظم کے اقوال وارشادات ہیں اور یہ ہمارے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ رہیں گے اس ملک کے عوام اس بات کا تہیہ کر چکے ہیں کہ وہ اس جذبے اور روح کو دوبارہ زندہ کر کے رہیں گے جو ہمیں محمد علی جناح نے عطا کیا تھا۔ ہمارا مقصد نئے مسائل پیدا کرنا نہیں اور نہ پرانے مسائل کو زندہ کرنا ہے بلکہ ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہے جو پچھلے بیس سالوں سے ہماری سیاسی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں ملک کی تقدیر کا فیصلہ چند افراد اپنی مرضی سے کرنے کے مجاز نہیں ہیں ملک کے تمام عوام اپنے حقیقی نمائندوں کے ذریعہ سے جنہیں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب کیا گیا ہو اپنے آئینی سیاسی اور اقتصادی مسائل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

پاکستان کے عوام سے یہ درخواست باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد پر کی جاتی ہے اور باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد ضروری ہے کہ عدل ومساوات کے اصولوں پر رکھی جائے نہ کہ جبر واستبداد اور لوٹ کھسوٹ کے پرانے مسلک پر اس نئی بنیاد پر پاکستان کے عوام اپنے اندرونی اور بیرونی مسائل کا حل یقینی طور پر تلاش کر سکتے ہیں۔

قادرِ مطلق خدا پر غیر متزلزل ایمان کے ساتھ جو تمام جہانوں اور انسانوں کا پالنے والا ہے اور دینِ اسلام کے لئے جذبہء غیرت رکھتے ہوئے اور پاکستان کے مقاصد کے لئے اپنے آپ کو کلی طور پر وقف کرتے ہوئے ہم سب اللہ کا نام لے کر اس عظیم کام کی ابتدا اور اتحادِ عوام کا اِعلان کرتے ہیں۔ اس یقینِ محکم کے ساتھ کہ اتحادِ عوام سے اور اجتماعی تدبر اور سوچ بچار کی بدولت پاکستان کی خدمت میں مگن ہو کر ہم اپنے شاندار مستقبل کی طرف گامزن ہوں گے اور دنیا میں عدل ومساوات اور امن کو قائم کرنے کا موجب بنیں گے۔

(آمین)

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دستاویز نمبر 4 تاسیسی اجلاس

اسلامی مملکتِ پاکستان میں سوشلزم کیوں ضروری ہے؟

پاکستان پیپلز پارٹی کے مقصد کو اگر ایک فقرے میں بیان کیا جائے تو یہ کہنا کافی ہوگا کہ اسلامی مملکت پاکستان میں سوشلسٹ نظام کو رائج کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس پارٹی کا یہ مقصد ٹھہرا کہ یہاں ایک ایسی عوامی جمہوریت کو قائم کیا جائے جس میں ملک کے تمام افراد کو ہر شعبہء زندگی میں مساوی حقوق حاصل ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ جمہوریت میں قانون کی نگاہوں میں سب کی برابری ضروری ہے لیکن یہ مساوات نامکمل رہ جاتی ہے جب تک کہ کسی جمہوری نظام میں معاشی اور معاشرتی عدل و انصاف کی بنیاد پر سب کے حقوق مساوی نہ ہوں۔ اس لئے سوشلزم ہی ایک ایسا نظام ہے جو کہ تمام افراد کے لئے یکساں مواقع پیدا کرتا ہے اور ان کو معاشی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھتا ہے طبقاتی کشمکش اور اس کے ساتھ وابستہ قید و بند سے آزاد کرتا ہے ایسا نظام ہی معاشی اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کو بروئے کار لا کر صحیح جمہوری اقدار کو ان کے منطقی عروج پر پہنچا سکتا ہے اور ان کو ٹھوس سماجی اور معاشرتی بہبود کی عملی اشکال میں ظاہر کرتا ہے۔ جدید سوشلزم کے نظریئے اور اصول پچھلی دو صدیوں کے تجربات کے نتیجہ میں اخذ کئے گئے ہیں اور سوشلزم کے اصول پچھلی دو صدیوں کی معاشی جدوجہد پر حقیقت پسندانہ اور سائنسی تحقیق کو بروئے کار لا کر حاصل کئے گئے ہیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

سرمایہ دارانہ نظام پیداوار سے حاصل کردہ علم کے ساتھ ساتھ ہماری معلومات میں بیش بہا اضافہ ان تجربات سے بھی ہوا ہے جو ان ممالک میں کئے گئے جہاں سوشلزم کے اصولوں کو مختلف مقامی حالات میں عملی جامہ پہنایا گیا ہے ان ملکوں کے علاوہ جو انقلاب کی منزلیں طے کر چکے ہیں کئی ایسے ملکوں میں بھی جہاں بظاہر آئینی بادشاہتیں ہیں سوشلسٹ اصلاحات سودمند طریقوں سے رائج کی گئی ہیں حالانکہ ان معاشروں میں کوئی انقلابی، سیاسی یا سماجی ردوبدل نہیں کیا گیا۔ سوشلزم کا ارتقاء کسی ایک برِ اعظم یا کسی ایک قوم سے مخصوص نہیں بلکہ یہ عالمگیر نظامِ معاشرت ہے اس نظام کے اصولوں کی عالم گیر حیثیت ان دو وجوہات کی بنا پر ہے۔

1- جدید سوشلزم کی بنیادیں ٹھوس مادی حقیقتوں پر مبنی ہیں یہ اصول تو محض خوش فہمی یا ناقابلِ حصول خواہشات پر مبنی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا مقصد کسی کی خودساختہ تمناؤں اور امیدواروں کو تسکین دینا ہے ان اصولوں کی بنیاد تو سائنسی تجزیئے اور تحقیق پر ہے جو ایک لمبے عرصے سے انسان کی معاشی کش مکش اور معاشرتی تبدیلیوں کے علم سے حاصل کئے گئے ان اصولوں کا مطمع نظر اور اس دنیوی زندگی میں عمل کے تمام پہلوؤں کو احسن طریق پر استعمال کر کے بہترین معاشرے کو قائم کرنا ہے۔

2- سوشلزم کا نظریۂ فکر دنیا کے ہر گوشے اور ہر ملک کے لئے ایک پیغام کی حیثیت رکھتا ہے چاہے وہ ملک یا خطہ کیسے ہی معاشی یا سیاسی دور سے گزر رہا ہو۔ سوشلزم محض پیغام ہی نہیں بلکہ مسلسل عمل کا راستہ ہے دنیا کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے تمام ملکوں کو تین گروہوں میں با آسانی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(i) وہ ملک جو سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے علمبردار ہیں اور مادی لحاظ سے بظاہر ترقی کی معراج پر ہیں۔

(ii) وہ ملک جنہوں نے سوشلزم کو اپنایا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

(iii)اور وہ ملک جن کو غیر ترقی یافتہ ملک کہا جاتا ہے یا اب انہیں کبھی کبھی ترقی پذیر ملک کا لقب بھی دیا جاتا ہے یہ وہ ملک ہیں جو سرمایہ دارانہ سامراج کے ہاتھوں کسی نہ کسی رنگ میں ایک لمبے عرصے سے استحصال کا شکار ہیں ان ملکوں کے لئے خاص طور پر سوشلزم ایک طرف تو غربت اور افلاس اور دوسری طرف سامراجی لوٹ کھسوٹ سے سامنا کرنے کے لئے اپنے مضبوط نظام کی صورت میں دو دھاری تلوار پیش کرتا ہے کیونکہ سوشلزم کا نظام اپنے اصولوں کی سچائی کی وجہ سے اور انسانی عمل کو قدر و منزلت کے طفیل مختصر ترین وقت میں معاشرے کو عدل و انصاف کی بنیادوں پر ترقی کی انتہائی منازل تک پہنچا دیتا ہے۔

سوشلزم کا نظام اسی لئے پاکستان کی دلچسپی کا موجب ہے ہمارا ملک ایک غریب اور افلاس زدہ ملک ہے جو کہ سنگین اندرونی اور بیرونی سامراجی سرمایہ دارانہ سازشوں کا شکار ہے ملکی دولت کے توازن کے اعتبار سے ہمارا ملک غریب ترین ملکوں میں شمار ہوتا ہے اس خطہ زمین میں بسنے والے بارہ کروڑ انسانوں کی غربت و افلاس کا موازنہ کسی اور ملک سے آسانی سے نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا سوشلزم کسی غیر ترقی یافتہ ملک میں اپنایا جاسکتا ہے۔ ہمیں اپنی موجودہ دور کی تاریخ صاف لفظوں میں اس سوال کا جواب ''ہاں'' میں دیتی ہے۔ یہ مفروضہ کہ ہر غیر ترقی یافتہ ملک ان تمام اقتصادی منازل سے ہو بہو اسی طرح گزرے جس طرح کہ مغربی ممالک سرمایہ دارانہ معاشرتی اور معاشی ادوار میں سے بتدریج گزرے ہیں۔ تو کہیں جا کر وہ ترقی کا منہ دیکھ سکے ہیں۔ یہ دلیل خود اپنی نفی کرتی ہے کیونکہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ جب تک کسی غیر ترقی یافتہ ملک کی اقتصادی اور معاشی تاریخ کا خاکہ اسی طرح نہ ہو جس طرح کہ ترقی یافتہ یورپی ممالک کا تھا، اس وقت تک وہ ترقی کی منزلوں سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ پاکستان جس کا سیاسی، تاریخی اور اقتصادی ماضی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

مغربی عیسائی ملکوں سے بالکل مختلف ہے اس کے لئے مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی چربہ سازی سے ترقی حاصل کرنا بالکل ممکن نہیں (جب مغربی جمہوریت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کے حالات کے مطابق نہیں تو مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے متعلق بھی تو یہی دلیل دی جاسکتی ہے)..... یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بعض عالموں نے سرمایہ دارانہ نظام کے متعلق پہلے ہی یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ جب تک کوئی قوم یا ملک یہودی، نصرانی کلچر اپنے تمام پہلوؤں سے اپنا نہ لے اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اقتصادی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کو استعمال کر کے مادی ترقی حاصل کر سکے تو پھر صاف لفظوں میں یہ مغربی عالم کیوں نہیں کہہ دیتے کہ غریب ملکوں کے لئے سرمایہ دارانہ نظام کو صرف اپنانا ہی ضروری نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کا کلچر بھی اپنے گلے کا ہار بنانا ضروری ہے۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر یہ اور بھی ضروری ہے کہ پاکستان جو ایک اسلامی ملک ہے اور جو اسلامی مساوات اور انصاف کی بنیادوں پر بنایا گیا اور جس کا دعویٰ ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ وہ اسلامی طرزِ زندگی سے کسی صورت بھی دستبردار نہیں ہوگا اور وہ تو صرف ایسے معاشی نظام کو اپنائے گا جس کے ہوتے ہماری تاریخ، ہمارے کلچر اور ہمارے نظریہ حیات سے پھوٹتے ہوں اور جو ہماری موجودہ معاشی، معاشرتی مشکلات کا حل ہو۔ اسلامی نظریۂ حیات نصرانی اور یہودی سرمایہ دارانہ نظام کی ضد ہے اور سوشلزم کا اقتصادی نظام ہرگز غیر اسلامی نہیں (قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے اقوال اس کے ثبوت میں با آسانی پیش کئے جاسکتے ہیں)۔

لیکن اس کے برعکس پاکستان کی موجودہ حالت تو یہ ہے کہ اندرونی اور بین الاقوامی سرمایہ دارانہ طاقتیں اپنے تمام وسیلوں اور سازشوں سے پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہیں اور نجی سرمایہ کاری کے بہانے سے یہ کہا جاتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے سوا پاکستان کی معاشی پیچیدگیوں کا اور کوئی حل نہیں ستم ظریفی تو یہ ہے کہ بہت سے مغربی ترقی یافتہ ملکوں میں سوشلزم کے اصولوں کو کھلم کھلا اپنا کر اقتصادی ترقی کے نئے راستے تلاش کئے گئے ہیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

لیکن یہی ملک ہم غریبوں کے لئے سوشلزم کو ہم قاتل سمجھتے ہیں اور ہمیں اس ''زہر'' کے پاس نہیں جانے دیتے جو ان کے لئے تریاق ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے مقامی اجارہ دار ہمارے اپنے اکثر بھائی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ صنعتی ترقی نجی سرمایہ کاری (Private Enterprise) کے بغیر ممکن نہیں لیکن وہ یہ کبھی نہیں سوچتے کہ نجی سرمایہ کاری کا جو تناسب دوسرے ترقی یافتہ ملکوں میں سرمایہ کاری سیکٹر کے مقابلے میں ہے، اس لحاظ سے ہمارا ملک کہاں تک نجی سرمایہ کاری کو بے لگام رکھ سکتا ہے اور جب ہم مغربی ملکوں کے نجی سرمایہ کاری کے پہلو کو لیتے ہیں تو ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ وہاں انفرادی اور شخصی آزادی ہر رنگ میں اپنی انتہا تک پہنچی ہوئی ہے مثلاً ضمیر کی آزادی، گفتار کی آزادی اور اظہار کی آزادی باہم تعلقات اور ملنے جلنے کی آزادی، مغربی جمہوری نظام میں اگر یہ شخصی آزادیاں بھی حاصل نہ ہوں تو یقیناً سرمایہ دارانہ نظام کی گرفت میں آیا ہوا ملک محض جبر و استبداد اور ظلم کی تصویر کے سوا اور کچھ نہ دکھائی دے۔ یہ شخصی آزادیاں اور کسی حد تک مغربی تہذیبکی بے راہروی سرمایہ دارانہ نظام کی گھٹن کو دور کرتی ہیں اگر یہ شخصی آزادیاں بھی حاصل نہ ہوں تو سرمایہ دارانہ نظام حکومت کا کیا حال ہوتا ہے اس کی مثال ہٹلر کا جرمنی اور ٹوکیو کا جاپان ماضی قریب میں ہمارے سامنے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہی کو لے لیں جو کہ اس وقت تمام دنیا میں آزادی کی خواہاں قوتوں اور تنظیموں کے خلاف کھلم کھلا جنگ لڑ رہا ہے اور سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا علمبردار ہے اگر وہاں سفید فام شہریوں کو مکمل سماجی آزادی کے حقوق حاصل نہ ہوں تو امریکہ میں بذاتِ خود ایسی تباہی آئے جس کی مثال دوسری جنگ عظیم بھی پیش نہ کر سکے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کو کسی حد تک خوشگوار رکھنے کے لئے فرد کو بظاہر بہت حد تک شخصی آزادی دی جاتی ہے لیکن یہ شخصی آزادی کچھ ایسی ہے کہ جیسے پرندے کو پنجرے میں بند کر کے پنجرے میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

سوشلزم کی منزلیں:

سوشلسٹ نظام کسی قانون کے جاری کر دینے سے ایک دن ہی میں لاگو نہیں ہو جاتا یا پھر کسی آرڈیننس یا ڈکٹیٹر کے کہہ دینے سے اس کا نفاذ نہیں ہو جاتا۔ اس کے لئے ایک لمبی اور کٹھن راہ پر مسلسل چلنا پڑتا ہے یہ تو ایک لمبے سفر کا نشان ہے ایسا سفر جس میں کئی نشیب و فراز آتے ہیں اور کبھی ظلمتوں اور کبھی ضیاؤں کے سائے میں چلنا پڑتا ہے۔ ہر منزل مسافر کے لئے باعثِ تسکین تو ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی نئے سفر کا اشارہ بھی اور اس طویل سفر کی ایک منزل آتی ہے اور دوسری منزل کا پتہ بتا کر گزر جاتی ہے۔ سوشلزم ایک ایسے مجاہد کا سفر ہے جس نے دشمن کے غاصب ہاتھوں سے اپنے وطنِ عزیز کا فتح کیا ہوا علاقہ قدم بہ قدم اور لحظہ بہ لحظہ واپس لینا ہے اس کے دن اور اس کی راتیں صرف اس دھن میں، اس مگن میں گزرتے ہیں۔ جوں جوں وہ اپنے کھوئے ہوئے وطن کی طرف فاتحانہ انداز میں لوٹتا ہے وہ ظلم، جبر اور جہالت کے تمام اثرات مٹاتا چلا جاتا ہے وہ پرانی زمین کو اپنی ہمت، خون اور علم سے نئی زندگی عطا کرتا ہے اسی طرح وہ اپنے اس لمبے سفر یا جہاد کے ساتھ اپنے ملک کی کھوئی ہوئی تقدیر کو، قومی عزت اور شرف کو، علم کے سرچشموں، تہذیب کی خوبصورت اور دلکش وادیوں کو دوبارہ دریافت کرتا ہے۔ اس لمبے سفر یا پیہم جہاد کی منزلوں میں وہ اپنے جان و مال، وقت، قوت اور عزت سب کچھ وقف کر کے وطن میں تہذیب نو کے قیام کا موجب بنتا ہے اس جہاد میں غم کی گھڑیاں بھی آتی ہیں اور وقتی شکستیں بھی۔ لیکن یقینِ محکم اور اتحادِ عوام کی بدولت دشمن شکست کھاتا اور سامراجی نظام اپنے کیفر کردار کو پہنچ جاتا ہے لیکن آخری فتح سے پہلے بہت سی مہمات سر کرنی پڑتی ہیں اور ہر مہم کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے۔

جب مجاہد جہاد کے سفر پر روانہ ہو تو ضروری ہے اسے اس سمت کا پتہ ہو، جدھر اسے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

جانا ہے کیونکہ اس سفر میں اسے بچھے بچھائے رستے نہیں ملیں گے نئے رستوں کی تلاش کا دوسرا نام یہ سفر ہے علاقے کے مخصوص حالات، وہاں کا ماحول، وہاں کے لوگ، ان کی عادات واطوار اور ضروریات یہ سب اجزاء مل جل کر اس کے نئے راستوں کی نشان دہی کریں گے۔ اس لمبے سفر میں اگر کسی طرف سے اسے مدد مل سکتی ہے تو ان مجاہدوں سے یا مسافروں سے جنہوں نے ایسے ہی سفر یا جہاد اپنے اپنے ملکوں میں اور اپنے اپنے وقتوں میں کئے ان کی سبق آزما سرگزشت اور اعمال اور اپنے علم وعمل کے سوا اور کہیں سے مدد کی اسے توقع نہیں رکھنی چاہئے۔

مندرجہ بالا حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس پارٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سوشلزم کو اسلامی مملکتِ پاکستان میں رائج کرنا ضروری ہے اور اس سلسلے میں جتنی بھی جدوجہد کرنا پڑے، اس کے لئے ہر ممکن قربانی دینے کے لئے یہ پارٹی تیار ہے لیکن یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ محض صحیح اصولوں کا انتخاب ہی کامیابی کا ضامن نہیں ہوتا بلکہ ان اصولوں کے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

1- گرا ہوا معیار معیشت اور نہایت قلیل قومی آمدنی۔

2- آبادی کی اکثریت کی صحیح غذایت سے محرومی۔

3- ناقص اور نااہل زرعی نظام۔

4- قومی صنعت کی ابتدائی اور کمزور سطح۔

5- گرا ہوا معیار تعلیم مثلاً ملک کی ناخواندہ اکثریت۔

6- قدامت پسند سماجی اور معاشرتی رواج اور طریقے۔

7- وسیع پیمانے پر بے کاری اور بیروزگاری۔ خصوصاً دیہی علاقوں میں ناقص تقسیم کار۔

8- شرح پیدائش میں تیزی سے اضافہ۔

9- صنعتی سرمایہ دار ملکوں سے معاشی مدد کی توقع اور اس پر بھروسہ۔

مندرجہ بالا تمام مسائل سے پاکستان دوچار ہے ان سب کا حل پیش نظر رکھ کر ہی نیا معاشی پروگرام سوشلزم کے اصولوں پر بنایا جاسکتا ہے موجودہ زمانے کی رفتار اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان تمام مسائل کو حل کیا جائے۔ اگر ترقی کی رفتار ہر ممکن کوشش سے اور ہر ممکن وسیلے سے تیز سے تیز تر نہ کی گئی تو آبادی کی رفتار چاہے اسے کتنا بھی قابو میں لانے کی کوشش کی جائے ست قدم ترقی کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے اس ملک میں یہ بھی لوگوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ یہاں بے اندازہ اقتصادی اور صنعتی ترقی ہوئی ہے اور یہ ملک اس لحاظ سے مثالی ملک ہے کہ اوروں کی دی ہوئی امداد سے اتنی ترقی کر گیا۔ مگر ان قصیدہ گوؤں سے کوئی یہ بھی تو پوچھے کہ اس ترقی سے عوام کا معیار زندگی کس حد تک بلند ہوا ہے۔ اگر ملکی دولت سمٹ کر کچھ گھرانوں میں جا گھسی ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ دیہاتوں اور شہروں میں رہنے والے عوام پہلے سے اب زیادہ آرام دہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے کئی ہتھکنڈے اس ملک میں استعمال کر کے بھی ترقی کی صورت ابھی تک

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ظاہر نہیں ہوسکی اور ان حالات میں نہ کوئی ایسی امید وابستہ کی جاسکتی ہے۔

موجودہ بے ہنگم اقتصادی اور معاشی نظام کی بجائے اس ملک میں سوشلسٹ نظام کو مکمل طور پر رائج کرنے میں شاید کئی سال لگیں لیکن ہمیں بددل نہیں ہونا چاہئے۔ ہماری پارٹی کا اسی لئے یہ لائحہ عمل ہونا چاہئے کہ موجودہ حالات میں جہاں تک ممکن ہو سکے سوشلزم کے اصولوں کو جاری وساری کیا جائے تا کہ ترقی اور تبدیلی کے راستے کھلنے لگیں اور ایک ایسی فضا رفتہ رفتہ سازگار ہو جائے جس سے تمام معاشرے کی اصلاح کی جاسکے۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دستاویز نمبر 5 تاسیسی اجلاس

بنیادی اصول

1- مقاصد

پارٹی کا مقصد پاکستان کو عوام کی خواہشات کے عین مطابق ایک سوشلسٹ معاشرے میں ڈھالنا ہے۔

2- راہنما اصول

پارٹی اپنی پالیسی اور سرگرمیوں کے لئے مندرجہ ذیل راہنما اصول اختیار کرتی ہے۔

1- مساواتی جمہوریت یعنی غیر طبقاتی معاشرہ

2- اقتصادی اور سماجی انصاف کے حصول کی خاطر سوشلسٹ نظریات کا استعمال

وضاحت:

کئی ایک پیچیدہ مسائل سے جن کا حل تلاش کرنے کی توقع ہے عہدہ برآ ہوتے وقت پارٹی اس بات کی سخت احتیاط کرے گی کہ وقتی مصلحتوں سے متاثر ہو کر اپنے نصب العین سے دور نہ ہٹ جائے۔ اگر یہ ان دو راہنما اصولوں کی روشنی میں کام کرے گی جن میں سے پہلے کا تعلق مقصد سے اور دوسرے کا طریق کار سے ہے تو اس سے کبھی غلطی نہیں ہوگی۔

3- پروگرامی اصول

آئینی ڈھانچہ عوامی جمہوری طرزِ حکومت کا ہونا ضروری ہے جو عوام کے براہِ راست

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

منتخب کردہ نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہو۔

وضاحت:

تقسیمِ ملک کے وقت پاکستان کو باضابطہ حکومت کے لئے تمام ضروری ادارے ملے تھے۔ آئینی ڈھانچہ خواہ وہ عارضی ہی تھا، موجود تھا اور اس بات کی توقع تھی کہ آئین ساز اسمبلی نئی ریاست کو عوام کی خواہشات کے مطابق آئین مہیا کرے گی۔ آٹھ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آئین ساز اسمبلی نے اپنا کام پورا نہ کیا اور وقت گزرنے کے ساتھ اس کی اپنی نمائندہ حیثیت بھی ختم ہوگئی۔ اس تمام عرصہ میں آئین سازی کے کام کی تکمیل میں ناکامی کے بعد اسمبلی کا یہ دعوی کہ اسے ابھی تک عوام کا اعتماد حاصل تھا بعد میں ہونے والی تمام تر ابتری کا آغاز تھا۔

نوکر شاہی جسے آئین سازی میں عوام سے مشورہ کرنے میں ذرہ بھر دلچسپی نہ تھی، کی مداخلت نے حالات کو اور بھی بدتر کر دیا۔ عوام کی خواہشات کو جن کا جائزہ لینے کی کبھی بھی کوشش نہ کی گئی تھی۔ ان کی رائے بالائے طاق رکھتے ہوئے مخصوص لوگ آپس میں گٹھ جوڑ کے ذریعہ آئین سے متعلقہ فیصلے کیا کرتے تھے۔ یوں بنیادی آئینی مسائل بالخصوص علاقائی حقوق اور ملک کے دونوں بازوؤں کے باہمی تعلقات کا فیصلہ عوام کی منشا حاصل کئے بغیر بھی کر لینا ممکن ہوگیا۔

پہلی آئین ساز اسمبلی کو پاکستان کے لئے دستور بنانے کا فرض سونپا گیا تھا۔ اسمبلی کے ذِمہ یہ فرض حقیقت میں اس معاہدے کا ایک حصہ تھا جس کی بدولت تقسیم ملک قابل عمل ہوئی۔ پہلی دستور ساز اسمبلی کے ٹوٹ جانے کے بعد پاکستان کے لئے دستور بنانے کا اختیار ختم ہوگیا۔ دوسری مرتبہ یہ اختیار صرف پاکستان کے عوام ہی عام قومی انتخاب کی بنیاد پر کسی دوسرے ادارہ کو دے سکتے تھے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کی بجائے غیر قانونی طریق اور

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دھاندلی سے صوبائی قانون ساز اسمبلی کے ارکان نے، جن میں سے بہت سے خود دھاندلی کے ذریعہ منتخب ہوئے تھے۔ پاکستان کے لوگوں پر ایک اور دستور ساز اسمبلی مسلط کر دی۔ ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ دوہری رکنیت کا طریق اختیار کیا گیا جس سے دستور یہ کہ اس آزاد قومی کردار کی نفی ہوگئی جو کہ دستور بنانے والے ادارے کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ اسمبلی پہلی اسمبلی سے اس لحاظ سے مختلف تھی کہ پہلی اسمبلی تمام تر نقائص کے باوجود بغیر مزید منظوری حاصل کئے ملک کے لئے آئین بنانے کا اختیار رکھتی تھی۔ تمام اسمبلیوں کو ماسوائے ایک کے یہ حیثیت نہیں دی جاسکتی کہ اس کے پاس دستور بنانے کا باقاعدہ اختیار تھا۔ یہی بات موجودہ آئین پر صادق آتی ہے جو مارشل لاء کی پیداوار ہے اور جسے عوام کی خواہشات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

ابتدائی طور پر انہی وجوہات کی بنا پر ملک نے تمام تر عرصہ آئینی بحران کا سامنا کیا ہے اور آئینی مسائل کا کوئی فیصلہ کن حل ملتا نظر نہیں آتا۔ پہلے ہی کافی تلخی اور ابتری پیدا ہو چکی ہے۔ لہٰذا پارٹی اختلافات میں مزید اضافہ سے احتراز کرے گی۔ پاکستان کے عوام پارٹیوں اور محلاتی سازشوں کے پیدا کردہ آئینی تجربات سے بخوبی واقف ہیں۔ یہ عوام اور صرف عوام کا کام ہے کہ وہ اپنے ملک کے آئین کا ڈھانچہ تیار کریں جب تک انہیں فیصلہ کرنے کے حق کو بروئے کار لانے کا اختیار نہیں دیا جاتا اس وقت تک آئینی مسائل جوڑ توڑ اور پارٹیوں کے اعلانات سے طے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا پارٹی کا اولین کام لوگوں کے جمہوری حقوق کی بحالی ہے تا کہ وہ اپنے آئینی اور سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل کر سکیں۔

پارٹی عوام کے حقوق بحال کرانے میں کامیاب ہو جانے کے بعد خاص خاص مسائل پر اپنے نظریات کا اعلان کرے گی تا کہ عوام اس پر غور کر سکیں۔ اسی وجہ سے بنیادی کام یہ ہے کہ تمام تر توجہ عوام کے حقوق کی بحالی پر دی جائے۔

ماضی کے تلخ تجربات سے سبق حاصل کرنے کے بعد پارٹی کا پختہ عقیدہ ہے کہ ہمیشہ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

کے لئے یہ فیصلہ صادر کرنا عوام کا کام ہے کہ پاکستان وحدانی طرز کی ریاست ہو یا وفاقی دونوں بازوؤں کا کیا رشتہ ہو، مرکز سے کیا اور آپس میں کیا تعلق ہو، مختلف علاقوں کو خود مختاری ہو اور طرز حکومت پارلیمانی ہو۔ صدارتی ہو یا دونوں طرزوں کی مشترکہ ہو۔ وفاقی اور وحدانی دونوں طرح کی ریاست جمہوری ہو سکتی ہے اور یہی بات صدارتی اور پارلیمانی طرز حکومت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان تمام مسائل پر عوام کی رائے معلوم کی جائے جن کا حل تجریدی اصولوں پر دلیل بازی سے نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔

اوپر بیان کئے گئے اصول کے مطابق مرکزی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیاں بالغ رائے دہی سے براہِ راست انتخاب کے ذریعے منتخب ہونی ضروری ہیں اور ان کا انتخاب انتخابی اداروں کے ذریعے سے نہیں ہوگا۔ اپنے نمائندے منتخب کرنے میں عوام کی براہِ راست شرکت بدعنوانیوں کی روک تھام کی براہ راست اور بہترین گارنٹی ہوتی ہے بالواسطہ انتخاب کا نظام صاحبِ اقتدار حکومت کو بدعنوانی اور سازشوں کا انتہائی سہل طریقہ مہیا کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس ماتحت انتظامیہ اور عوام کا خزانہ اس کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ براہ راست انتخابات کے نظام میں غیر مقبول حکومت کے پاس اتنا پیسہ کبھی نہیں ہو سکتا جس سے تمام عوام کو خریدا اور انتخاب جیتا جا سکے۔ اس کے برخلاف بالواسطہ طریق انتخاب میں کیونکہ ووٹروں کی تعداد محدود ہوتی ہے اس لئے انہیں آسانی سے رشوت دی جا سکتی ہے۔ کبھی ملک کی تمام آبادی کو اپنے حق میں استوار کرنا ناممکن ہے۔ جبکہ چند افراد کو جو انتخابی ادارے کے ارکان ہوں تنگ کر کے یا ان کے ساتھ رعایت کر کے متاثر کرنا مشکل نہیں ہے۔

4- زن و مرد کا بالغ حقِ رائے دہی

وضاحت:

اگر حقِ رائے دہی سب کے لئے یکساں ہو تو جائیداد اہلیت کا کوئی معیار نہیں۔ ووٹ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دینے کا حق بلا رکاوٹ استعمال ہونا چاہیے۔ رجسٹریشن فیس کا نفاذ غریب طبقہ کے ووٹروں کو ختم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس لئے اسے اور جائیداد کو اہلیت قرار دینا ووٹر کے آزادانہ حق استعمال کی راہ میں ایک رکاوٹ تصور کیا جانا چاہیے۔ ووٹ دینے کے حق کو جائیداد، تعلیم یا کسی اور قسم کے معیار پیدائش وغیرہ سے محدود کرنا قدرتی طور پر جمہوری نظام کی نفی ہے۔ زن و مرد کے حقِ بالغ رائے دہی سے ایک ملک کو مخصوص مفادات یا چند طاقت ور خاندانوں یا ایک ہی خاندان کی جاگیر بننے سے روکا جا سکتا ہے۔

5- انسانی حقوق کا جائز لحاظ

شہری آزادیوں کا مکمل تحفظ ہونا چاہئے۔ خصوصی طور پر

(ا) آزادیٔ فکر

(ب) آزادیٔ اظہار (تحریر و تقریر میں)

(ج) اخبارات کی آزادی

(د) اجتماع کا حق

(ر) آزادانہ میل ملاقات کا حق

وضاحت:

ایسا معاشرہ جس میں شہری آزادیاں نہ ہوں یا برائے نام ہوں غلاموں کا معاشرہ کہلاتا ہے جب شہری آزادیاں چھن جائیں تو بدعنوانی، آمریت، پولیس کا تشدد، ثقافتی اور اخلاقی انحطاط جیسی برائیاں قوم کے جسم میں جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ اس وقت جمہوریت کا وجود باقی نہیں رہتا۔ پاکستان میں یہی صورتِ حال درپیش ہے۔ حکومت جسے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ وہ ان لوگوں کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت کر رہی ہے اچھی طرح جانتی ہے کہ عوام کو بیش قیمت شہری آزادیوں سے محروم رکھ کر ہی اپنے اقتدار کو قائم رکھ سکتی ہے۔ حکومت

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

نے یہ کام کئی طریقوں سے کیا ہے مثلاً اخبارات پر پابندی لگا کر جنہیں اگر کسی بات کو شائع کرنے کی اجازت بھی ہے تو اسی صورت میں جب وہ حکومت کے ناقدین کے نظریات کو مسخ کر کے شائع کریں۔ وہ اخبارات اور پبلشر جو حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہیں، ان پر ایسے طریقوں کے ذریعے بھاری مالی بوجھ عائد کئے جاتے ہیں جو بظاہر قانونی نظر آتے ہیں، جان بوجھ کر عوام کے جلسے جلوس منعقد کرنے کے حق کو سلب کر کے جنگ کے زمانے میں ہنگامی قوانین جاری رکھ کر جب کہ ہنگامہ مدت ہوئی ختم ہو گیا اور حکومت پاکستان کے دعووں پر زور دینے میں نہیں، مگر بھارت سے دوستی کرنے میں مصروف ہے اور بہت سے ایسے طریقوں سے شہری حقوق غصب کئے گئے ہیں جن میں قانون کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ہر شہری کے سر پر ناجائز گرفتاری اور قید کے خوف کی تلوار لٹک رہی ہے۔ بنیادی حقوق کی بحالی کے لئے عمل کرنا فوری ضرورت ہے۔ جس کے لئے ہر جمہوریت پسند پارٹی کو پوری قوت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ وہ ضرورت ہے جس پر تمام مخالف جماعتیں تعاون کر سکتی ہیں۔ خواہ ان کے درمیان نظریات اور مقاصد کے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں۔ پارٹی بغیر کسی تکلف کے تمام پارٹیوں کے ساتھ عوام کے گم شدہ شہری حقوق کی بحالی کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہے۔

6-کسان اور کارکن طبقہ کو قومی آمدنی کے پیدا کرنے والوں کی حیثیت سے اپنی مزدوری کا پورا صلہ حاصل کرنے کا پورا حق ملنا چاہئے۔ تمام زرعی اور صنعتی منصوبے محنت شاقہ کرنے والے عوام کی بہبود کے نقطۂ نظر سے بنائے جانے چاہئیں

وضاحت:

اس اصول میں اقتصادی اور معاشرتی انصاف کی بنیادی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے موجودہ حالات میں کارکن عوام، جن میں کم تنخواہ پانے والے ملازمین بھی شامل ہیں چند اہل

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ثروت خوش نصیبوں کے ہاتھوں میں بے بس کٹھ پتلیاں ہیں۔ موجودہ حکومت میں بلند وبانگ دعووں والے تمام اقتصادی منصوبے اس طرح ترتیب دیئے جاتے ہیں کہ امیر، امیر تر ہوتے جارہے ہیں اور قومی آمدنی کے اصل پیدا کرنے والے ہمیشہ کی طرح آج بھی بے یارومددگار ہیں اگر عوام کو کوئی معمولی سا فائدہ پہنچتا ہے تو وہ محض اتفاق ہوتا ہے۔ خاص طور پر صنعتی منصوبے جان بوجھ کر اس طرح بروئے کار لائے جاتے ہیں جس سے دولت نہایت آسانی سے چند چہیتوں اور لاڈلوں کی جیب میں چلی جاتی ہے۔ ان حالات میں بددیانتی کو فروغ حاصل ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہر جائز وناجائز طریقے سے دولت حاصل کرنے کی ہوس قومی اخلاق کو تباہ وبرباد کررہی ہے مزید برآں اقتصادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ بددیانتی کا مادی نقصان بے تحاشا اقتصادی نقصان کی صورت میں ہورہا ہے جو بہرحال عوام پر ایک بوجھ ہے۔

7- دولت اور اہم صنعتوں کو قومی ملکیت قرار دینا تاکہ

(ا) صنعتی ترقی تیز کی جائے

(ب) چند خوش نصیبوں کے ہاتھوں عوام کے استحصال کو روکا جائے اور

(ج) پاکستان کے اندرونی معاملات میں غیرملکی مداخلت ختم کردی جائے

وضاحت:

یہ اصول سوشلسٹ نظریہ کے عین مطابق ہے جو تجربہ سے یہ ثابت کرتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت عوام کے استحصال کا باعث ہے کسی ملک کی معیشت پر اہم صنعتوں کے مالکوں کا قبضہ ہوتا ہے جو کہنے کو صنعتی ترقی کے ذمہ دار کہلاتے ہیں۔ اگر اہم صنعتیں اور بنک نجی ملکیت میں ہوں تو ملک کی صنعتی ترقی چند امیر آدمیوں کے رحم وکرم پر رہے گی کسی غیرترقی یافتہ ملک میں اس وقت تک صنعتی ترقی ممکن نہیں ہے جب

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

تک ریاست خود فولاد، بھاری مشینری اور ادویات جیسی اہم صنعتوں کو اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ جہاں تک نجی شعبہ کا تعلق ہے اس مناسب حالات میں پھلنے پھولنے کا موقع ملنا چاہیے یہ مناسب حالات صحت مند مقابلے سے ہوتے ہیں نہ کہ سرکاری امداد کے پردے کے پیچھے۔ مقابلے کی فضا میں ہی نجی تجارت بہتر طریقے سے ہوسکتی ہے اور عوام کو اجارہ داروں کے استحصال سے بچایا جاسکتا ہے۔

پاکستان میں حکومت نے بہت سی صنعتیں قائم کیں اور جب وہ منافع بخش ثابت ہو رہی تھیں تو انہیں نجی افراد کے ہاتھوں میں دے دیا گیا اگر سرمایہ دار کسی صنعت کے شروع کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے تو پھر نجی کوششوں کی تعریف کرنا بکواس ہے سرمایہ کاری ختم کرنے کی شر پسندانہ پالیسی ختم ہونی ضروری ہے۔

جس طرح آج کل پاکستان کے صنعتی منصوبے بنائے جاتے ہیں اور اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے اس سے غیر ملکی مفادات کو پاکستان میں داخل ہونے کا موقع ملتا ہے ایسا نظام جس سے نجی ادارے براہِ راست غیر ملکی امداد سے بہرہ ور ہوں۔ بیرونی طاقتوں کے ملکی معاملات میں دخل دینے کا راستے کھولنے کا باعث ہے قومی ملکیت میں لینے کے ضروری اقدامات اس بدعت کو ختم کردیں گے۔

8- زرعی اقدامات جس سے رہی سہی جاگیر دارانہ ذہنیت کے ہاتھوں کسانوں کا استحصال ختم کیا جائے کسان طبقہ کو "اپنی مدد آپ" اور "امداد باھمی" کے گروھوں میں منظم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کرنا

وضاحت:

پارٹی جاگیردارانہ نظام کے مکمل خاتمے کے لئے سوشلزم کے تسلیم شدہ اصولوں کے تحت واضح اقدامات کرے گی تاکہ کسانوں کے مفاد کو بڑھایا جائے اور ان کا تحفظ کیا

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

جا سکے۔

ان زرعی اصلاحات نے جو پہلے ہی نافذ کی جا چکی ہیں ملک کے متعدد علاقوں میں پائے جانے والے جاگیردارانہ نظام کو بڑی حد تک ختم کر دیا ہے تاہم ابھی اس نظام کے کچھ نشانات موجود ہیں۔ جنہیں ختم کرنا ضروری ہے۔ ضروری اصلاحات نے تنہا تمام اہم زرعی مسائل کو ختم نہیں کیا ہے بلکہ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کو اس سطح تک پہنچایا جائے کہ ملک کی تمام غذائی ضروریات پوری ہو جائیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس وقت تک آبادی کے سالانہ اضافے کے برابر اضافہ ہو جب تک آبادی کے اضافے پر قابو نہ پالیا جائے۔ یہ معاملہ صرف زیادہ پیداوار دینے والی گندم کی اقسام متعارف کرنے کا نہیں ہے۔ اگرچہ اس سے بھی بہت امداد ملتی ہے تاہم اس کے لئے کاشتکاری کے طریقوں میں انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے کاشت کاروں کے نظریات تبدیل کرنے کی ضرورت ہے جو پشت ہا پشت سے اپنے حکام کے لئے دولت پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے رہے ہیں انہیں اب قومی آمدنی میں سے ان کا جائزہ حصہ ملنا چاہیے۔

اس سلسلے میں متعدد دشواریاں پیش ہیں۔ کاشتکاروں کو اس کی پیداوار کی مناسب قیمت کی ضمانت ہونی چاہئے۔ اسے کم سے کم ممکن قیمت پر بیج، کھاد اور زرعی اوزار ملنے چاہئیں جہاں کہیں بھی جدید مشینوں کے استعمال سے زیادہ پیداوار حاصل ہو سکتی ہو۔ وہاں مشینیں مہیا کرنی چاہئیں اور کاشت کار کو ان کے استعمال اور دیکھ بھال کی تربیت دی جانی چاہئے زرعی زمین کے بہتر استعمال کے لئے متعدد میدانوں میں سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔

ماضی میں کاشت کار استحصال کا شکار رہے ہیں کیونکہ ان میں اپنے مفادات کی حفاظت اور اضافے کے لئے تنظیم اور ذرائع کا فقدان رہا ہے اپنی مدد آپ کے اصولوں اور امداد باہمی کے گروہوں کی تنظیم کاشتکاروں کی حالت بہتر بنانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

بہت سے مسائل ایسے ہیں جو محض اوپر سے بیٹھ کر حکم چلانے سے حل نہیں کئے جا سکے بہتر طریقہ یہ ہے کہ کاشت کاروں کو منظم کرنے کے لئے ان کی امداد کی جائے۔

امداد باہمی کے تجربات کی تاریخ ہمارے ملک میں مایوس کن رہی ہے اس کی ناکامی کی وجہ اشتراکی منصوبوں کے لئے ضروری نظریہ کا فقدان ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ فوری مقصد ملک کو غذائی پیداوار کے میدان میں خود کفیل بنانا ہے اور کیونکہ اس سلسلے میں کچھ اصلاحات پہلے ہی نافذ کی جا چکی ہیں اس لئے اب زمین کے نظام میں تبدیلی کر کے بے چینی پیدا کرنے سے پیداوار پر برا اثر پڑے گا۔

9- ٹریڈ یونین کا استحکام۔ ہڑتال کا حق ناقابل تردید۔ آئی، ایل، او کے اصولوں کا اطلاق

پاکستان میں ٹریڈ یونین اندریں حالات بہتر کمزور اور منقسم ہونے کی وجہ سے اپنی تنظیم کا مقصد یعنی مزدور طبقہ کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ موجودہ حکومت جس کی اقتصادی پالیسی ایک مختصر سے گروہ کو امیر تر بنانا ہے، سے ہم توقع نہیں کر سکتے کہ وہ ٹریڈ یونین کو بھی وہ مقام دے گی جو وہ مل مالکوں کو دیتی ہے۔ کیونکہ مل مالک کو حکمرانوں تک رسائی حاصل ہے جو خود بھی کارخانوں کے مالک ہیں۔

ٹریڈ یونینوں کے کمزور ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ فیکٹری یونین کا ٹریڈ یونین سے تعلق مضبوط نہیں ہو سکا۔ چنانچہ ٹریڈ یونین تحریک اب تک مایوس کن حد تک بکھری ہوئی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ بڑی بڑی ٹریڈ یونین مزدوروں کے مختلف طبقوں کے مطابق بنائی جائیں جیسا کہ کپڑے کی مختلف ملوں کے مزدوروں کی ایک ملک گیر تنظیم، دھات کی ملوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی ایک ملک گیر تنظیم۔ گودیوں میں کام کرنے والوں کی ملک گیر تنظیم وغیرہ وغیرہ۔ اس کے اوپر ٹریڈ یونینوں کی ایک کونسل بنائی جائے جو تمام ٹریڈ یونینوں کی نمائندگی کرے اور مزدور طبقہ کو اپنی متفقہ رائے ملک کے اندر اور باہر دینے میں مدد

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دے۔

پارٹی مزدوروں کو ان کا ہڑتال کرنے کا حق دے گی جو کہ ان کے لئے اپنے حقوق منوانے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اگر مزدوروں سے ہڑتال کا حق چھین لیا جائے تو ان کے پاس اپنے حقوق منوانے کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا۔

یہ بات عیاں ہے کہ آئی، ایل، او کے اصول، ریاست، آجر اور مزدور کے درمیان تعلقات کی بہترین صورت میں ملک میں لاگو کئے جائیں۔ خصوصاً جب کہ وہ انسانی بنیادی حقوق کے مطابق ہیں۔

10- کم از کم اجرت کا تعین

وضاحت:

مزدوروں اور ملازمت پیشوں کے حقوق کی حفاظت ایک نہایت اہم ضرورت ہے۔ بیروزگاری کی وجہ سے جو لوگ روزگار کی تلاش کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف خود کو پیش کرتے ہیں اور اجرت کو اس معیار پر لے آتے ہیں جو کہ ان کی ضروریاتِ زندگی کا مشکل سے کفیل ہوسکتا ہے کم اجرت سے ملازمت کے مواقع بڑھتے نہیں بلکہ آجر کے لئے زائد منافع میسر ہوتا ہے کم از کم اجرت کے تعین سے ملازمتوں پر زد نہیں پڑے گی بلکہ مزدوروں کو موجودہ وسیع بے روزگاری کے سبب ناجائز استحصال کا شکار نہ بننے کی ضمانت ملے گی۔

11- قومی سطح پر کسانوں اور مزدوروں کے لئے صحت عامہ کی سہولتیں اور بعد ازاں ہر طبقے کے لئے

وضاحت:

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

صحت عامہ کی سہولتوں کی ضرورت روز روشن کی طرح عیاں ہے یہ سہولتیں سب سے پہلے وہاں مہیا کی جائیں جہاں ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے یعنی غریبوں کے لئے جو ڈاکٹروں کو فیس دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

12- عوام میں تحریک پیدا کرنا

وضاحت:

عوام آج بھی تقریباً انہی حالات سے دوچار ہیں جن میں وہ برطانوی نوآبادیاتی نظام کے تحت تھے۔ ان سے ہر وقت یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ حکم بجالائیں گے نہ کہ وہ خود میں سے کوئی ایسی قیادت پیدا کریں جو ان کو اپنی بہتری کے لئے جو کچھ بھی ذرائع ان کو حاصل ہیں بروئے کار لانے کی تربیت دے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک کو بیروزگار عوام کی پیداواری صلاحیتوں سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ اگر ان کو منظم کر کے اپنی مدد آپ کرنا سکھایا جائے تو وہ اس بات کے اہل ثابت ہو سکتے ہیں کہ اپنی اقتصادی حالت میں تبدیلی لانے کے لئے معجزانہ تبدیلی لے آئیں۔

نہ صرف بے روزگاری بلکہ نیم بے روزگاری ملک کے ہر حصے میں ایک بڑے پیمانہ پر پائی جاتی ہے مسئلہ یہ ہے کہ ان انسانی ذرائع کو جو ضائع ہو رہے ہیں کس طرح اچھے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اگر ان ہاتھوں کو جو کہ بے کار ہیں ان کاموں کے لئے استعمال کریں جو قومی غربت کی وجہ سے ناکارہ پڑے ہیں تو غربت پر خود بخود قابو پایا جا سکتا ہے۔

وہ لوگ جو فوراً بیکار ہیں خواہ کام پر لگا دیئے جائیں یا بیکار ہی رہنے دیئے جائیں ان لوگوں کو خوراک کپڑا اور رہائش ہر حال میں مہیا کرنی ہی پڑتی ہے۔ موجودہ حالات میں وہ قومی اقتصادیات پر بوجھ کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کو منظم جماعتوں میں کام کرنے پر لگانے سے قوم پر کوئی بہت بڑا اضافی بار نہ ہوگا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دھانی انجن کی ایجاد

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

سے پہلے بڑے کام جواب بھی ہماری پسندیدہ یادگاریں ہیں، انسانی محنت ہی سے پایہ تکمیل تک پہنچے ہیں روسی قوم نے سڑکیں بنانے کے لئے کبھی بل ڈوزر استعمال نہیں کئے۔ ولندیزیوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے سمندر سے زمین حاصل کی اور اس کی طغیانیوں کو اپنی سرزمین سے دور رکھا۔ پھاوڑا اور بیلچہ جیسے آلات کے ذریعے سڑکیں بچھائی جاسکتی ہیں، نہریں کھودی جاسکتی ہیں دلدلیں دور اور بنجر زمین سرسبز کی جاسکتی ہیں۔ ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس بات پر نہیں بیٹھے رہنا چاہئے کہ سرمایہ داران کاموں کے لئے مہنگی مشینیں درآمد کریں جو کہ ان کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں۔ رضا کار مزدوروں کے دستوں کی تنظیم سے ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ اس قسم کی تنظیم سے عوام کو صفائی اور صحت عامہ کے متعلق ہدایات دینے میں بھی سہولت ہوگی مزدور دستوں کی تنظیم کی بدولت عوام میں صفائی اور شہریت کا شعور پیدا کرنے میں امداد ملے گی۔

13- جہالت کا خاتمہ، تعلیم کا مقصد غیر طبقاتی معاشرے کا قیام ہونا چاھئے

وضاحت:

تعلیم منافع بخش اور بہترین سرمایہ ہے جو کسی بھی قوم کے پاس ہوسکتا ہے جتنی زیادہ جہالت ہوگی اتنی ہی زیادہ غربت ہوگی۔ تعلیم کے فروغ کے بغیر اقتصادی یا سماجی ترقی ممکن نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اولین کام جہالت کو دور کرنا ہے۔

ہمارے ملک میں تعلیم کا معیار شرمناک حد تک کم ہے اور اگر معیار بلند کرنے کے لئے جلد کوششیں نہ کی گئیں تو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ترقی کے راستے محدود ہو جائیں گے۔ اعلیٰ تعلیم کھاتے پیتے گھرانوں کے لئے مخصوص نہیں ہونی چاہئے بلکہ عوام کو قابل بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے اعلیٰ مواقع میسر ہونے چاہئیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

تعلیم کا ایک جامع منصوبہ اہم ترین ضرورت ہے لیکن یہ توقع نہیں ہے کہ ایک ایسی حکومت ایسا منصوبہ تیار کرے جس کا مقصد صرف امیر طبقہ کی بہبود ہو۔

14- عوام کی ثقافتی زندگی کی ترقی

وضاحت:

بنی نوع انسان کی زندگی اپنی ثقافت کی مرہونِ منت ہے اور ثقافت ہی ایک انسان کی ذہنیت کا اظہار ہے پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں کئی قسم کی ثقافتیں پائی جاتی ہیں اگر ان کو ترقی دی جائے تو پاکستان اس لحاظ سے اور زیادہ خوش قسمت بن جاتا ہے۔

15- ملکی زبانوں کی تیز تر ترقی تاکہ وہ غیر ملکی زبانوں کی جگہ لے سکیں جو ملکی معاملات میں مستعمل ہیں اور تمام علاقائی زبانوں کی ترویج

وضاحت:

یہ اصول اس قدر واضح ہے کہ اس کے لئے کسی قسم کی توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان ہمیشہ کے لئے ایک غیر ملکی زبان پر انحصار نہیں کر سکتا۔ جلد یا بدیر ملکی زبانوں کو اس کی جگہ لینی ہے تاہم اس کے لئے خاصی تیاری کی ضرورت ہے اور ملکی زبانوں کی بتدریج ترقی اس کے آئندہ کردار کے لئے ضروری ہے علاقائی زبانیں جو کہ ان لوگوں کو عزیز ہیں جو انہیں بولتے ہیں، اپنے حقوق رکھتی ہیں، یہ پرانی زبانیں ہیں، ان میں سے چند کے پاس ادب کا قابل قدر سرمایہ بھی ہے اور وہ لاکھوں انسانوں کا ذریعہ اظہار ہیں ان علاقائی زبانوں کی نشوونما ملک کی ترقی کے لئے مددگار ثابت ہوگی اور لوگوں کی زندگی کو خوش تر بنائے گی۔

16- عورتوں کے لئے مساوی حقوق

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

وضاحت:

ملک کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے عورتوں کی فلاح و بہبود نہ صرف ان کی بہتری کے لئے ضروری ہے بلکہ اس کا تعلق ملکی ترقی کے لئے بھی نا قابلِ تردید ہے۔

اچھے گھر اس صورت میں کبھی نہیں بن سکتے اگر عورت کو لاعلم اور مغلوب رکھا جائے غیر مطمئن گھرانوں سے غیر مطمئن شہری ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ماں بچے کی استاد ہے اور وہی اسے قومی ثقافت کی پہلی راہ دکھاتی ہے۔ اس لئے ہمارے ملک کی ترقی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب عورت اپنے جائز حقوق حاصل کرے۔

17- انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی

عدلیہ کی آزادی:

وضاحت:

اگر انتظامیہ اور عدلیہ کو الگ نہیں کیا جاتا تو جہاں حکومتی ادارے مسلسل یکطرفہ فیصلہ کرتے رہیں گے ایک عام فرد کو کبھی بھی یہ احساس نہ ہوگا کہ اس کے ساتھ قانون کی منشا کے مطابق سلوک کیا جا رہا ہے، نہ کہ اسے مصلحتوں کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ نہ صرف انصاف کیا جائے بلکہ یہ ظاہر بھی ہو کہ انصاف کیا جا رہا ہے شہری حقوق کبھی بھی مکمل طور پر محفوظ نہیں ہو سکتے جب کہ ایک منتظم خود ہی منصف بھی ہو۔

اگر عدلیہ آزاد نہیں ہے تو انصاف کبھی بھی احسن طریقہ سے نہیں کیا جا سکتا۔ جج اور مجسٹریٹ صاحبان کو کبھی بھی اس صورت حال کا سامنا نہیں ہونا چاہئے جہاں پر انتظامیہ کا دباؤ ان پر مہلک بے انصافیاں عموماً انتظامیہ کی عدلیہ میں مداخلت سے پیدا ہوتی ہیں۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

18- فرسودہ قوانین کا خاتمہ:

وضاحت:

ہمارا ملک آج بھی ان فرسودہ قوانین کے زیرِ بار ہے جو کہ موجودہ دور سے مطابقت نہیں رکھتے اگر وہ صرف ایک عجائب گھر کے بے ضرر نشان ہوتے تو اس سے بہت کم فرق پڑتا لیکن وہ نہایت ہی مہلک بیماریاں ہیں۔ان کو ختم کرنا چاہیے۔

19- آزادی علم اور یونیورسٹیوں کی خود مختاری

وضاحت:

یہ بات بلاوجہ نہیں ہے کہ صدیوں سے تعلیمی آزادی کو حصولِ علم کے لئے ناگزیر سمجھا جاتا رہا ہے یہ آزادی دانشورانہ زندگی کی جان ہے وہ حکومتیں جو اپنا مطمعِ نظر ان فوری مقاصد کو بناتی ہیں جو ان کے حامیوں کو آسانی سے ملسکیں۔ تعلیمی آزادی کو ہمیشہ تخریب پسندی سے تعبیر کرتی ہیں کیونکہ ایک رجعت پسند حکومت کے حصولِ مقاصد میں ہر قسم کی آزادی ڈٹ بنتی ہے اس لئے تعلیمی آزادی بھی اس کی نظر میں ہولناک ہے اور اسی لئے رجعت پسند حکومت کے ہاتھوں خراب ہوتی ہے یونیورسٹیوں کی خودمختاری سلب کرنے کے بعد انہیں ماتحت بنالیا جاتا ہے نتیجتاً پولیس یہ حکم دیا کرے گی کہ تعلیمی نصاب میں کیا ہونا چاہیے۔

پارٹی نے عزم ضمیم کیا ہے کہ پاکستان یونیورسٹیوں کی خودمختاری اور تعلیمی آزادی بحال کی جائے گی اور اس کی حفاظت کی جائے گی۔

20- قومی تعمیر کے لئے نوجوانوں میں تحریک پیدا کرنا

وضاحت:

نوجوان قوم کے مستقبل کے مالک ہیں۔ایک غیر ترقی یافتہ ملک میں نوجوان طبقہ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

سب سے سرگرم فہم اور کھلے ذہن کا مالک ہوتا ہے۔ قومی تعمیر و ترقی میں ان کی شرکت فوری فائدے اور اس امر کی ضامن ہوتی ہے کہ مستقبل میں قوم کے پاس شہریت کا شعور رکھنے والے باہمت شہری ہوں گے۔

21- قومی دفاع میں عوام کی شرکت کا حق

ہمیں اپنی افواج کی جرأت اور کارکردگی پر بھرپور اعتماد ہے ان کا امتحان میدان جنگ میں ہو چکا ہے اور ان کے شاندار کارنامے تمام قوت کے لئے باعثِ فخر ہیں۔ ہمارے عوام کے دلوں میں شہیدوں اور غازیوں کی قربانیوں کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔

دفاع کا فرض تمام قوم پر عائد ہونا چاہئے تاہم سرگرم فرائض پیشہ ور سپاہیوں، ملاحوں اور ہوابازوں کے ذمہ ہونے چاہئیں۔ آج کے دور میں تمام جنگیں مکمل جنگیں ہوئیں ہیں، ان کی لپیٹ میں تمام آبادی آتی ہے لہٰذا دفاع کے فرض سے کوئی بھی علیحدہ نہیں رہ سکتا۔

پاکستان کے جغرافیاتی حالات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ عوام ملکی دفاع میں شریک ہوں۔ چونکہ ملک کے کسی بھی بازو میں اتنی جگہ نہیں ہے کہ دفاع کو اندر تک رہ کر کیا جا سکتا ہو اور روایتی طور پر جنگ لڑی جا سکے۔ اگر عددی تعداد میں بہت زیادہ دشمن پیشہ ور سپاہیوں کی دفاعی لائن کو توڑنے میں کامیاب ہو جائے تو تمام ملک تباہی کے لئے بے یارومددگار رہ جائے گا۔

ویت نام کی جنگ نے بہت سے سبق سکھائے ہیں جن میں سے سب سے اہم سبق یہ ہے کہ مسلح عوام کامیابی کے ساتھ حملہ آور کی مزاحمت کر سکتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو۔ ہمارے مسئلے کا جواب یہ ہے کہ عوام کو جنگ کی تربیت دی جائے اور مسلح کیا جائے۔ یہ مقصد ملک میں ملیشیا بنا کر حاصل کیا جا سکتا ہے جسے پیشہ ور سپاہی تربیت دیں اور وہی کمان کریں گے۔

کیونکہ ہمارے ملک کو بھارت کی طرف سے فوجی اقدام کا مسلسل خطرہ ہے اس لئے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر متوقع جارح کے خلاف حفاظت کا بندوبست کریں۔ ہمارے پاس ایٹم بم نہیں ہے اور کبھی بھی نہیں ہوگا تاہم جیسا کہ ویت نام کی جنگ نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ بہترین ذریعہ فوراً حاصل کیا جا سکتا ہے اور وہ ذریعہ مسلح عوام جو وطنِ عزیز کی حفاظت کے لئے تیار ہوں اس کا متبادل یہ ہے کہ بلیک میل کے زیرِ سایہ زندگی گزاری جائے اور امن کے نام پر اپنے قومی حقوق چھوڑ دیئے جائیں۔

پارٹی دونوں بازوؤں اور ملک کے ہر حصہ میں عوامی ملیشیا بنانے کی حامی ہے۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

دستاویز نمبر 6 تاسیسی اجلاس

معیشت کا ارتقاء

تقسیم کے بعد پاکستان جہاں کہ عملاً کوئی صنعت تھی ہی نہیں سامراج کی ایک پالتو معیشت بن گیا جو اپنی زرعی پیداوار کو آبادیاتی طاقتوں کے ہاتھ بیچنے میں مگن رہا۔ یہ برطانوی راج کا تحفہ تھا۔

گماشتہ سرمایہ دار اسی وقت تک اپنا وجود قائم رکھ سکتا ہے جب تک اس کی ملکی برآمد بین الاقوامی منڈی میں مستقل اپنی قیمت نہ کھوئے اور جب تک اس کی حکومت تجارت پر پابندیاں عائد نہ کرے یہ دونوں شرطیں بہت تھوڑا عرصہ پوری رہ سکیں۔ واقعات نیحالات کو رخ بدلنے پر مجبور کر دیا۔

1- سٹرلنگ کی قیمت میں کمی

2- جنگ کوریا کے بعد خام مال کی قیمتوں میں دنیا بھر میں سرد بازاری۔

برطانیہ نے 1949ء میں جب پونڈ کی قیمت کم کی تو پاکستان نے اس کی پیروی کرنا ضروری نہیں خیال کیا پاکستان گماشتہ سرمایہ دار کو یہی توقع تھی کہ کم قیمت سٹرلنگ سے وہ برطانوی اور اس کے ساتھ ہی ہندوستانی مال بھی سستے داموں خرید سکے گا اور دوسری طرف یہ کہ برطانیہ اور ہندوستان دونوں کے پاس پٹ سن خریدنے کے کوئی متبادل ذرائع نہیں ہیں اس لئے وہ پاکستانی قیمت ادا کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پاکستان کی دوسری بڑی برآمدی جنس یعنی روئی کی قیمت چونکہ بین الاقوامی منڈی کیحالات سے مقرر ہوتی ہے اس لئے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

اس پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا ہوا یہ کہ ہندوستان نے پاکستانی پٹ سن خریدنے سے انکار کر دیا برطانیہ کو جتنی بھی پیداوار بیچی جا سکی باقی ماندہ کے لئے پاکستان کو جلد از جلد بڑے پیمانے پر مصنوعات کی استعداد پیدا کرنی پڑی تا کہ ہندوستانی نقصان کو پورا کیا جا سکے۔ ہندوستان کا یہ اقدام اس کے لئے فائدہ مند تھا اور اپنے اثرات مرتب کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاتا اگر کوریا کی جنگ کے زیر اثر پٹ سن اور روئی کی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے بین الاقوامی مانگ میں اضافہ نہ ہو گیا ہوتا۔ پاکستانی تجارت سے زرمبادلہ کی کمائی 1950-51ء میں اتنی ہوئی جتنی آج تک اس کے بعد کسی سال میں نہیں ہوئی چنانچہ گماشتہ سرمایہ دار ایک دفعہ پھر پھلا اور دولتمند ہو گیا۔

جنگ کوریا کے بعد بین الاقوامی قیمتیں تیزی سے گر گئیں اور پاکستان کے زرمبادلہ کے محفوظ ذخیرے بھی تیزی سے ختم ہونے لگے۔ چنانچہ گماشتہ سرمایہ دار طبقہ نے چیزوں کی درآمد پر ہجوم کر دیا تا کہ پابندیاں عائد ہونے سے پہلے زیادہ سے زیادہ مال درآمد کر لے حکومت کو اقدام کرتے کرتے اتنی دیر ہو گئی کہ اس وقت ہنگامی اقدامات ہی کافی ہو سکتے تھے۔ چنانچہ انتہائی ضروری اشیاء کے سوا ہر درآمد پر پابندی عائد کر دی گئی یہ امید کی گئی کہ پاکستان کسی آسان راستے پر صنعت کاری شروع کر سکتا ہے اور سب سے آسان راستہ روئی کی صنعت تھا۔ اس صنعت کا کچھ تجربہ پہلے سے موجود تھا مانگ کے بارے میں یقین تھا کہ یہ ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور خام مال بھی وافر مقدار میں میسر تھا یہ آخری بڑا فیصلہ تھا کیونکہ روئی پیدا کرنے والے طاقتور مفادات رکھتے تھے اور بین الاقوامی سرد بازاری کے بعد کم از کم ایک وسیع گھریلو منڈی سے اس کی تلافی کرنا چاہتے تھے۔

صنعت کاری کے اس دوسرے دفعتاً ابال میں بھی پٹ سن کی صنعت اور تیزی کے ساتھ پھیلی۔ کیونکہ جنگ کوریا کی خوش وقتی کے بعد اسے بھی نقصان پہنچا تھا۔ لیکن روئی کی صنعت کی پیداواری صلاحیت تو ہر چیز سے بڑھ گئی۔ سوتی پارچہ جات کی کمی اور متبادلات

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

کے فقدان نے قیمتیں چڑھا دیں اور بعض ملوں نے تو شروع ہونے کے ایک سال بعد ہی پورے کا پورا سرمایہ وصول کر لیا۔ قیمتیں اتنی زیادہ چڑھ گئیں کہ 54-1952ء میں حکومت کو مجبوراً زیادہ قیمتیں مقرر کرنا پڑیں حالانکہ یہ بھی اتنی کم نہیں تھیں کہ سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوتی۔

اگرچہ صنعتی صلاحیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی تھی لیکن برآمدی محصولات مسلسل گھٹ رہی تھیں۔ جلد ہی وہ اس سطح تک گر گئیں کہ پاکستان کو روپیہ کی قیمت کم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہ اس امید پر کیا گیا کہ روئی اور خصوصاً پٹ سن عمومی کم قیمتوں کے باوجود بھی مقابلہ میں ٹھہر سکے گی۔ لیکن بین الاقوامی منڈی مسلسل گرتی گئی اور برآمدات سے زرمبادلہ کی وصولی بھی کم ہوتی گئی حتی کہ 59-1958ء میں یہ آمدنی اس کا ایک تہائی حصہ رہ گئی۔ جو 51-1950ء میں تھی۔ اب چونکہ سرمایہ ایسی مصنوعات میں لگایا گیا تھا، جن کی قیمتیں باہر کی دنیا میں مسلسل اور تیزی سے گر رہی تھیں اس لئے ان کی درآمد سے بے نیاز ہو کر بہت کم بچت کی جا سکی۔

حکومت نے بھی کوشش کی کہ سرمایہ داروں کی مدد کی جائے اور اس کے لئے مصنوعات کے مقابلہ میں مزدوروں کی اشیائے صرف خصوصاً غلے کی قیمت کم کر دی گئی۔ مقصود یہ تھا کہ اس سے مزدوروں کی قیمت محنت کم ہو جائے گی اور اس طرح منافع کی شرح بڑھ جائے گی اور اسی نسبت سے سرمایہ کاری۔ لیکن زراعت پر اس کا اثر تباہ کن تھا کیونکہ کم شرح منافع کی وجہ سے کسانوں کی طرف کوئی سرمایہ منتقل نہیں ہو رہا تھا۔ نتیجتاً غلے کی سمگلنگ بڑے پیمانے پر شروع ہو گئی۔ غلہ سمگل کرنے کی ترغیب سب سے زیادہ اس وقت تھی جب روپیہ کی قیمت کم نہیں ہوئی تھی لیکن بعد میں بھی غلہ کی کم قیمتوں نے یہ ترغیب قائم رکھی۔ گندم اور چاول ہندوستانی اور افغانستان کی مصنوعات ڈالر یا صرف ہندوستانی کرنسی کے عوض سمگل کیا جاتا تھا اور پاکستان میں حاصل ہونے والے فائدے سے کئی گنا زیادہ فائدہ حاصل کر لیا

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

جاتا تھا۔ ناموافق موسم نے بھی اپنا رنگ دکھایا اور حکومت کی پالیسی نے ملک کو خوراک کی کمی کے سنگین مسئلہ سے دوچار کر دیا۔

پاکستان کو امریکی امداد کا آغاز سکہ کی قیمت کم کرنے سے پہلے ہو گیا تھا لیکن اس نے ان وجوہات کو ختم کرنے میں کوئی مخلصانہ سرانجام نہ دی جن کی وجہ سے سکہ کی قیمت کم کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ غلہ کی قیمت پہلے سے بھی کم کر دی گئی اور بڑی صنعتوں میں سرمایہ لگانے کی مزید حوصلہ شکنی کی گئی اور اگر اس سلسلہ میں کچھ ہوا بھی تو کاریں جوڑنے یا اس قسم کے دوسرے کارخانوں میں سرمایہ لگا دیا گیا۔ مزید برآں ملک کا انحصار اس بیرونی امداد پر اور بھی بڑھتا گیا کیونکہ ملک کی برآمدی تجارت گھٹ رہی تھی۔

جب مارشل لاء کا اعلان کیا گیا تو برآمدات کی آمدن بالکل کم ہو چکی تھی۔ سیاسی بحران یکے بعد دیگرے تیزی سے آئے اور چلے گئے۔ علاقائی چپقلش ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی۔ یہ وجوہات تھیں کہ نئی حکومت کو کسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ سوائے ان لوگوں کے جن کی نگاہ سیاسی بے چینی کے پیچھے اقتصادی قوتوں کی کارفرمائی کو دیکھ سکتی تھی یا کچھ کچھ ان لوگوں سے جنہیں یہ اعتماد نہیں تھا کہ حکومت مسائل کو حل کرنے کے قابل ہے انہیں حل کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے۔

نئی قوت حاکمہ کا پہلا کام بہت سی چیزوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو کم کرنا تھا۔ قیمتوں کی تیزی دو وجوہات کی بنا پر تھی۔ اولاً زرمبادلہ کی کمی اور کرنسی کے پھیلاؤ نے بیرونی اشیاء کو بہت مہنگا کر دیا اور وہ درآمد کنندگان جن پر درآمدی لائسنسوں کا خاص لطف و کرم تھا، مزے سے یہ بلند قیمتیں وصول کرتے رہے۔ ثانیاً مصنوعات پیدا کرنے والوں نے خصوصاً سوتی ملوں کے مالکوں نے یہ سیکھ لیا کہ کیسے گٹھ جوڑ کر کے پیداوار محدود کی جا سکتی ہے اور قیمتیں بڑھائی جا سکتی ہیں۔ اس طرح وہ 1953ء اور 1954ء کے دنوں کی طرف واپس لوٹ گئے۔ مارشل لاء سے چند مہینوں تک تو قیمتوں میں کمی رہی لیکن پھر تاجروں پر یہ راز کھل گیا کہ یہ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

سب خالی خولی دھونس تھی جس پر مزید عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی جذبہ سے کچھ عرصہ تک بلیک کی کمائی اور زرمبادلہ کے ذخیروں کو رضا کارانہ طور پر باہر کی ہوا لگائی گئی۔ نئی حکومت نے ملک کو درپیش ایک مشکل کا بڑے واضح انداز میں احساس کرلیا۔ یہ تھی زرمبادلہ کی کمی اس سے روپیہ کی شکل میں تو ان لوگوں کو بہت زیادہ منافع مل جاتا تھا جنہیں لائسنس یا سرمایہ کاری کا اجازت نامہ مل جاتا تھا لیکن صنعتی پھیلاؤ بہت محدود ہو گیا تھا بیرونی امداد حاصل کرنے کے لئے پاکستان نے سیاسی اور فوجی پابندیاں بہت سال پہلے قبول کر لی تھیں۔ درحقیقت تجارت میں خسارہ 1956-57ء سے پہلے ہوا ہی نہیں تھا۔ اس سے پہلے اوسطاً تجارت متوازن تھی اور امداد صرف غلہ اور فوجی سامان تک محدود تھی۔ لیکن 1958ء کے بعد تجارت متوازن ہونے کے لگ بھگ بھی نہیں پہنچی۔ درآمدات پھیلتی گئیں اور برآمدات بہت آہستہ آہستہ بڑھ سکیں۔ اس کا نتیجہ کیا تھا؟ مکمل غیر ملکی کنٹرول ہماری سرمایہ کاری کی حکمت عملی پر اور سیاسی، فوجی، اور ثقافتی غلامی۔

بڑھتا ہوا بیرونی اثر ورسوخ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا۔ مثلاً خارجہ پالیسی اور ہارورڈ ایڈوائزری گروپ کی شکل میں۔ یہ گروپ پاکستانی منصوبہ بندی کے لئے امریکی عقل وخرد کی سوغات ہے اور پلاننگ کمیشن کے ہر کام پر چھایا ہوا ہے۔ پاکستانی ماہرین معاشیات یا تو اتنے قابل نہیں تھے یا سیاسی طور پر اتنے باشعور نہیں تھے کہ امریکی نظریات جو گروپ نے ہم پر ٹھونسے ان کی مخالفت کر سکتے۔ چنانچہ دوسرا پنجسالہ منصوبہ امریکی لبرل رزم اور پاکستانی سرمائے کے گٹھ جوڑ سے پیدا ہوا اور دونوں طرف کسی کو یہ واضح احساس نہیں تھا وہ کون سی وجوہات ہیں جو دوسرے کو اکثر اپنے ہی مفادات سے ٹکرانے پر مجبور کرتی ہیں۔

پاکستانی تاجروں کے لئے مسرت وشادمانی کی وجہ یہ تھی کہ اب زرمبادلہ بکثرت تھا اور ہارورڈ والے مطمئن تھے کہ آزادانہ تجارت کا نظریہ پھل پھول رہا تھا۔ ہارورڈ والوں نے مسئلہ کو جتنا سمجھا وہ یہی تھا کہ آزادنہ تجارت کی حکمت عملی رائج کی جائے اور جہاں تک بھی

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ممکن ہو آزاد تجارت کے اصولوں کے تحت سرمایہ دارانہ مفادات اور اپنے اغراض و مقاصد میں مطابقت پر عمل درآمد کیا جائے۔ پھر جب سرمایہ داروں اور منصوبہ بندی کرنے والوں میں مکمل مطابقت پیدا کرنے میں ناکامی ہوگئی تو منصوبہ کو سرمایہ داروں کے میلانِ طبع میں ڈھالا گیا۔ لبرل رزم کی بدقسمتی یہ ہے کہ تاجروں کی بچت کو سرمایہ کاری کی طرف براہ راست کنٹرول کے بغیر منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہاں تو کنٹرول آہستہ آہستہ ختم کر دیئے جانے تھے۔

وہ فیصلہ کن سرمایہ جس پر حکومت کا براہ راست اور مکمل کنٹرول تھا زرمبادلہ تھا۔ لیکن بونس ووچرز کے نفاذ نے یہ صورت بھی الٹ دی۔ اس نظام کا مقصد برآمد کنندگان اور صنعت کاروں کو منڈی مہیا کرنا اور مقابلتاً زرمبادلہ کی آزادانہ تجارت کی اجازت دینا تھا۔ بونس ووچر منڈی میں آجانے سے درآمد کنندگان رنگارنگ چیزوں کی درآمد میں آزاد تھے گو ان کی قیمت نسبتاً زیادہ تھی۔ مزید برآں چونکہ دولت کی تقسیم بہت زیادہ غیر مساوی ہو چکی تھی۔ اس لئے ان درآمدی اشیاء کو امیروں کے گھرانوں میں بڑی آسان منڈی مل گئی۔ کیونکہ صرف یہ امیر گھرانے ہی غریبوں کی نسبت اس درآمدی سامان تعیش کے خریدار بن سکتے تھے۔ یہ بات نہیں بھلانی چاہیے کہ بونس ووچر کا نفاذ ایک جرمن ماہر کی سفارش پر کیا گیا تھا۔ لیکن اس کا مقصد مارشل لاء کے آغاز میں ایک وقتی ضرورت کو پورا کرنا تھا۔ اس کے نزدیک بھی اس طریق کو مستقل کر دینا غیر مناسب تھا کیونکہ اس طرح زرمبادلہ کو اشیاء صرف پر خرچ کی کھلی چھٹی مل جائے گی اور درحقیقت ہوا بھی یوں ہے۔

ہارورڈ کے ماہرین علم جس مغالطے کے جال میں پھنسے ہوئے تھے وہ تھی قومی پیداوار کے اضافے کو اقتصادی ترقی کے مترادف سمجھنا۔ مجموعی قومی پیداوار کے تصور میں بنکاری، بیمہ اور اشتہار بازی کی خدمات بھی شامل ہیں۔ اس لئے ضرورت یہ ہے کہ کوئی بہتر اور محتاط کسوٹی تلاش کی جائے۔ اب حقیقت یہ ہے کہ دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں قومی دولت کا

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ساٹھ فیصد اضافہ ایسی ہی خدمات کا مرہونِ منت ہے۔

ان ساری چیزوں کے پیشِ نظر کہا جاسکتا ہے کہ 1952ء کے بعد پاکستان نے جو بھی ترقی کی ہے اس نے قومی معیشت کو مستحکم نہیں بنایا۔ بہت زیادہ براہِ راست کھپت اور اشیاء صرف میں روپیہ لگانے کی اجازت دے دی گئی۔ قوم کو بیرونی امداد کی غلامی سے آزاد کرنے کے لے بڑے پیمانے پر انجینئرنگ کا آغاز نہ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نجی سرمایہ کار کو منڈی ملنے کا یقین نہیں تھا اور خارجی مفادات کو امداد اس شعبہ میں خرچ کرنے پر اعتراض تھا۔ مبادا پاکستانی منڈی میں انہیں مسابقت کا سامنا کرنا پڑے۔ انجینئرنگ یا دھاتوں کی بڑی صنعت میں روپیہ لگانا اسی صورت میں زیادہ منفعت بخش ہوسکتا تھا، اگر پلانٹ کا سائز بڑا ہو۔ نہ صرف پاکستانی سرمایہ داران میں روپیہ لگانے میں گریزاں تھا، بلکہ خارجی مفادات بھی اس کی مخالفت کررہے تھے۔ چنانچہ پہلے تو چھوٹے پلانٹ کے لئے تحقیقاتی رپورٹیں اس مفروضے پر بنائی گئیں کہ بیرونی امداد میسر نہیں اور پھر یہ اعلان کردیا گیا کہ یہ صنعت تو بہت مہنگی ہے اور آزادانہ مسابقت کی تاب نہیں لاسکے گی۔ پاکستان نے سوتی ملوں میں ضرورت سے زیادہ پیسہ لگادیا ہے۔ کورین خوش بختی کے دونوں میں زرمبادلہ کی افراط سے انجینئرنگ کی صنعت کا آغاز کیا جاسکتا تھا چاہے وہ ملکی صنعت کا محدود آغاز ہی ہوتا۔ روئی کی صنعت میں کچھ روپیہ لگانا تو ضروری تھا تاکہ بیرونی ملکوں پر انحصار کچھ تو ختم ہوتا۔ ایسا کرنا ان مصنوعات کے لئے بھی ضروری تھا جو صرف پاکستان میں ہی بن سکتی تھیں۔ لیکن اس میں اتنا زیادہ سرمایہ لگایا گیا کہ آج ہمیں وہ مصنوعات برآمد کرنی پڑ رہی ہیں جن کی قیمتیں دنیا بھر میں کم ہوتی جارہی ہیں۔ کوئی بھی صنعت کار اپنی آزادانہ مرضی سے تو اس قسم کی صنعت میں روپیہ نہیں لگائے گا۔ لیکن اگر صنعت کاروں نے پھر بھی اس میں روپیہ لگایا، تو اس کی وجہ یہی تھی کہ انہیں زیادہ قیمتیں وصول کرنے میں مکمل تحفظ دیا گیا۔ اس طرح عام آدمی کا گھاٹا سرمایہ دار کا منافع بن گیا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

تحفظات اور دولت کا ارتکاز:

ایک غریب ملک کو جہاں شرح مزدوری کم ہو، اس امیر ملک کے مقابلے میں جہاں شرح مزدوری زیادہ ہے اپنی مصنوعات کو سستے داموں بیچنے کی زیادہ صلاحیت ہونی چاہئے جن پیداواری تیکنیک میں ہنرمندی کی ضرورت ہے، ان میں مہارت پیدا کرنے میں تو وقت لگتا ہے اور اس قسم کے منصوبوں کی ابتدائی مشکلات پر حکومتی تحفظات کے بغیر قابو بھی نہیں پایا جاسکتا۔ لیکن یہ تحفظات درآمدات پر کنٹرول یا ٹیرف کی پابندیوں سے مختلف بات ہے جواب پاکستانی معیشت کی مستقل خصوصیت بن گئی ہے۔

پاکستان اگر بڑے پیمانے پر صرف روئی اور پٹ سن کی مصنوعات ہی برآمد کرسکتا ہے اور وہ بھی بونس ووچر کے سہارے تو ظاہر ہے کہ ہمارے سرمایہ دار نے اپنی تجارت کی مشکلات اور سختیوں سے دامن کشی کی کوشش کی ہے اس کی بجائے انہوں نے ان سادہ اور آسان صنعتوں تک ہی خود کو محدود رکھا، جس کی پیدائش روزمرہ کی زندگی کے لئے ضروری تھی۔ پھر تحفظات کے ایک گورکھ دھندے سے انہوں نے قیمتیں اتنی بڑھا دینے میں کامیابی حاصل کرلی کہ اکثر حالتوں میں پوری فیکٹری کی قیمت ایک ہی سال میں وصول ہوگئی، بلکہ کئی صورتوں میں یہ منافع کئی گنا بڑھ گیا۔ منافع بڑھانے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ سرمایہ سستے داموں میں حاصل کیا جائے۔ یہ مقصد بنکوں اور دوسرے حکومتی اداروں سے سستی شرح پر قرض لے کر پورا کیا گیا۔ یہ بوجھ آخرکار بچت کرنیوالوں اور ٹیکس دہندوں پر پڑتا ہے۔ پاکستانی روپیہ کی شرح مبادلہ بھی اونچی رکھی گئی تاکہ تاجروں کو درآمدات سستے داموں پڑیں۔ اس امر کا کوئی لحاظ نہ رکھا گیا کہ قوم کو مجموعی طور پر اسکی کیا قیمت کم کردی گئی۔

اس قسم کی چالبازیاں قومی دولت میں اضافہ کی نمائندہ نہیں۔ ان سے ایک ہی مقصد پورا ہوتا ہے کہ سستی مزدوری، سستے سرمائے اور قیمتیں بڑھا کر زیادہ سے زیادہ منافع حاصل

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

کیا جائے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستانی سرمایہ داری اس اقدام کے لئے رضامند نہیں جسے آزادنہ مسابقت کہا جاسکے یعنی آزاد اور شدید مقابلہ اور محنت کوشی۔ اس کی بجائے اس نے ہتھکنڈے استعمال کر کے اپنے لئے ایک ایسا مقام پیدا کرلیا ہے کہ نجی منافع قومی نقصان بن کر رہ گیا ہے۔ اس قسم کی چالبازیوں کی کثرت نے جس سے پاکستانی سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ منافع کماتا ہے ایک ہی نتیجہ پیدا کیا ہے کہ قیمتیں بہت اونچی چڑھ گئی ہیں، مزدوری گھٹ گئی ہے اور بچتوں پر منافع بہت کم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دولت گنتی کے چند سرمایہ داروں کے طبقہ میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ آج پورے ملک کی معیشت کس طرح صرف چند خاندانوں کے قبضہ میں ہے، ایک جانی پہچانی حقیقت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان عوام میں سے بہت کم لوگوں کی حقیقی آمدنی 1947ء کے مقابلے میں بڑھی ہے۔ مزدور بیچارہ تو اب پہلے سے بھی زیادہ زبوں حال ہے۔

بچت اور سرمایہ کاری:

پاکستانی معیشت میں سرمایہ لگانے کے لئے بچت شامل ہے۔ بڑے سامان کی پیداوار پر، یا اس زرمبادلہ کی کمائی پر جو اپنی کھپت سے بچ رہے یا اس محنت کو حرکت عمل میں لانے پر جسے سرمایہ کی پیداوار میں بغیر کھپت بڑھائے ہوئے مصروف عمل کیا جاسکتا ہو۔ آزاد مقابلے کے اصول کی سختی سے تیسرا امکان بالکل ختم ہو جاتا ہے حالانکہ یہی سب سے زیادہ اہم ہوسکتا ہے۔ شہری اور دیہاتی آبادی کا معتدبہ حصہ بیکار رہتا ہے اور بہت بڑا حصہ اپنی روزی ان سرگرمیوں سے کماتا ہے جہاں پہلے ہی گنجائش کم ہے۔ مثال کے طور پر اگر دو کسان ایک کھیت کو اس طرح کاشت کرتے ہیں ایک کی کارگزاری بھی اس سے کم نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ دونوں صرف اتنی ہی دولت پیدا کر رہے ہیں جتنی کہ ایک پیدا کرسکتا تھا اس کا واضح حل یہی ہے کہ ایک کسان کے لئے دوسرا پیداواری کام ڈھونڈا جائے اور صرف

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ایک کھیت میں رہنے دیا جائے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ساری قوم کی قوت کار کو ایک جامع منصوبہ کے تحت مصروف عمل کیا جائے۔ نجی سرمایہ کاری یہ مقصد سرانجام دینے سے قاصر ہے اور نہ ہی اسے اس قسم کی کوشش میں کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے۔

پاکستان میں بڑی مشینوں کی پیدائش اتنی کم ہے عملاً قومی سطح پر سرمایہ کاری کے لئے بچت وہی زرمبادلہ کی کمائی ہے جو ہم اپنے آپ پر صرف کرنے سے بچا لیتے ہیں تقریباً ساری کی ساری مشینری ہم باہر سے خریدتے ہیں اور معیشت کی نشوونما کا انحصار بیرونی امداد اور برآمدی تجارت کے اتار چڑھاؤ پر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماضی میں روپیہ لگانے کی حکمت عملی کس حد تک سرمایہ جمع کرنے میں معاون رہی ہے۔ پٹ سن کی مصنوعات کے علاوہ باقی ہر صنعت میں پاکستانی روپیہ اتنی مصنوعات کی پیداوار میں لگایا گیا ہے جو ہم پہلے درآمد کیا کرتے تھے۔ اب درآمدات بھاری مشینری پر زیادہ سے زیادہ مشتمل ہوتی جا رہی ہیں۔ پہلی نظر میں یہ اقدام بہت صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ ترقی پسندی سے بہت دور ہے۔ کیونکہ پاکستان نے جن برآمدات سے زرمبادلہ کمانے کی کوشش کی ہے وہ وہی ہیں جن کی قیمت بین الاقوامی منڈی میں گرتی جا رہی ہے۔ اگر شروع ہی سے معیشت کو بھاری صنعتوں کی پیداوار کی طرف لگایا جاتا تو آج پاکستان وہی چیزیں درآمد کر رہا ہوتا جن کی بین الاقوامی قیمتیں گر رہی ہیں اور وہ مال برآمد کر رہا ہوتا جس کی قیمتیں چڑھ رہی ہیں۔ جرأت اور ظرف نگاہی کی یہ کمی سارے ہی کم ترقی یافتہ ملکوں کی مشترکہ خصوصیت ہے۔ صرف تجارت سے ہی جتنا گھاٹا یہ ملک کھا رہے ہیں وہ اس ساری بیرونی امداد سے بہت زیادہ ہے۔ قطع نظر اس کے یہ امداد کون کون سی فوجی اور سیاسی پابندیاں اپنے ساتھ لاتی ہے اگر کم ترقی یافتہ ملک اپنی صنعتی پیداوار کو بھاری مشینری پیدا کرنے میں لگا دیتے ہیں تو چاہے تجارتی شرائط میں کوئی بہتر تبدیلی نہ بھی ہوتی تو بھی فائدے بہت زیادہ ہوتے۔ اس غلط حکمت عملی کو چننے کی تشریح ان

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ممالک کے طبیعاتی نظام اور نوآبادیاتی نظام کے اثرات میں ڈھونڈی جاسکتی ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کو واضح کرنے کے لئے سوتی کپڑے کی صنعت کو زیرِ بحث لانا کافی ہوگا۔ روئی کی قیمت میں کمی کے ساتھ سوتی کپڑے کی قیمت بھی کم ہوگئی۔ مشینری کے مقابلہ میں سوتی مصنوعاتی کی قیمت کم ہونے کے علاوہ، بنائی اور کتائی پر منافع بھی کم کیا جارہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سوتی کپڑا خام روئی کے مقابلہ میں سستا ہورہا تھا اور بہت سے ملکوں کی سوتی کپڑوں کی ملیں زائد پیداواری گنجائش کا شکار ہوگئی تھیں۔ اس لئے پاکستان کو چاہئے تھا کہ وہ کاٹن ملوں میں زیادہ روپیہ لگانے کی بجائے اس صنعت کو صرف اس حد تک پھیلنے کا موقع دیتا جو اسے بیرونی صنعت کاروں سے خودمختاری دلانے کے لئے ضروری تھی۔ درحقیقت کچھ روئی پیدا کرنے والی زمینوں کو غلّہ کی کاشت میں بدلا جاسکتا تھا اور یہ غلّہ برآمد کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان نے ایک انتہائی غیر منفعت بخش راستہ اختیار کیا۔ ایسا راستہ جس پر چل کر قومی دولت کا مناسب استعمال نہیں کیا جاسکا اور جو سرمایہ کاری کی بھرپور گنجائش پیدا کرنے میں ناکام رہا۔

اس کے مقابلے میں منصوبہ بندی کمیشن نے یہ دلیل پیش کی کہ دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہوجانا بچت کے لئے مددگار ہوگیا کیونکہ یہ امیر ہی ہیں جو اپنی آمدنی کا زیادہ تر حصہ بچا سکتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ سارا گھپلا اس وجہ سے کہ قومی بچت کو انفرادی دولت سے گڈمڈ کردیا گیا ہے۔ سرمایہ داروں میں زرمبادلہ کی مانگ ہمیشہ بہت زیادہ رہی ہے اور یہی حکومتی حکمت عملی کا افلاس ظاہر کرتی ہے۔ جب زرمبادلہ نایاب تھا جیسا کہ 1956ء سے 1958ء تک کے سالوں میں تھا تو جمع شدہ دولت کو اس سے بہتر کوئی مصرف نہ ملا کہ پرتکلّف اور ٹھاٹ باٹھ کے محلّات بنائے جائیں۔

منصوبہ بندی کمیشن کے دلائل میں ایک سنگین کوتاہی تعلیم کو نظرانداز کرنے میں ملے گی۔ ملکی حکومت نے اسے مناسب نہیں سمجھا کہ تعلیم پر زیادہ توجہ اور سرمایہ صرف کیا جائے اور

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

یہ اس غلط تصور کی بنا پر ہوا کہ صرف فیکٹریاں ہی حقیقی دولت ہیں۔ اس رخنہ کے سبب شروع سے ہی ایک حوصلہ مندانہ منصوبہ کے امکان کو نظر انداز کر دیا گیا۔ نتیجتاً تعلیم چند گنے چنے لوگوں کا امتیازی حق بن کر رہ گئی۔ طبقاتی معاشرے کے پس منظر میں اس کا مطلب یہی ہوا کہ تعلیمی سہولتیں بہتر بنانے میں حکومت کی ذمہ داری کسی حد تک کم ہو گئی۔ لیکن ملک تو اب تک ماہر کارکن اور انجینئر پیدا کرنے کا اہل نہیں ہوا جو پیچیدہ پیداواری طریقوں کے لئے ضروری ہیں۔ جاپان کے ساتھ ایک تقابلی مطالعہ اس کوتاہی کی سنگینی کو اور بھی نمایاں کر دے گا۔ جاپان نے ہمیشہ فنی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دی۔ حتیٰ کہ کچھ یورپی ملکوں سے بھی زیادہ۔

ہنرمندی کا اعلیٰ معیار جو اسے میسر ہے ایسی چیزیں پیدا کرنے میں لگایا گیا جس پر محنت زیادہ صرف ہوتی ہے۔ مثلاً کیمرے، ریڈیو، ہلکی انجینئرنگ کی اشیاء وغیرہ اور سستی مزدوری کی وجہ سے انہیں باہر کی منڈیوں میں مقابلتاً سستے داموں بیچ دیا گیا۔ یہاں کی معیشت موٹر کاروں، جہازوں، بھاری انجینئرنگ مشینری پیدا کرنے کی طرف بلا روک ٹوک بڑھتی گئی۔

پاکستان نے ابھی تک پہلا قدم بھی نہیں اٹھایا اس کی بجائے بہت سا زرمبادلہ غیر ملکی اصلاح کاروں پر خرچ کر دیا جاتا ہے غیر ملکی سرمایہ اور اس کی لگی بندھی مہارتوں کی تلاش کی جاتی ہے جب کہ یونیورسٹیاں اس معیار سے بہت پست رہ گئی ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہے۔

سرمایہ داروں کی بچت ظاہر ہے کہ ان کی سرمایہ کاری کے لئے کافی نہیں۔ کرنسی کا پھیلاؤ، حکومتی امداد اور بنکوں کے قرضے اب بھی ضروری ہیں۔ یہ سارے اقدامات عام لوگوں کی بچت کو سمیٹتے ہیں اور سرمایہ داروں کو سستی شرح سود پر دے دیتے ہیں۔ یہ حکمت عملی غیر سرمایہ دار لوگوں کو بچت کرنے سے باز رکھتی ہے اور سرمایہ زیرِ زمین چلا جاتا ہے یا بلیک مارکیٹ کی سرگرمیوں میں کھپایا جاتا ہے۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

علاقائی مسائل:

سرمایہ دارانہ معیشت میں سرمایہ کے مالک کو اس امر کی آزادی ہوتی ہے کہ وہ قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے منافع کو جہاں چاہے منتقل کر دے یا کاروبار میں لگائے۔ تقسیم کے بعد مشرقی پاکستان میں سرمایہ کا زیادہ تر حصہ پٹ سن کی صنعت میں لگایا گیا تھا اور ان پر مغربی پاکستان کے مفادات کا تصرف اور قبضہ تھا۔ اس صورت سے کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔ اگر منافع کو مناسب حد تک دوبارہ مشرقی پاکستان میں ہی لگا دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ روئی کی صنعت کی ساری خوش بختی مغربی پاکستان تک ہی محدود تھی۔ کیونکہ روئی کی زیادہ تر کاشت اس خطہ میں تھی۔ حالانکہ زرمبادلہ جس سے مشینری درآمد کی گئی تھی۔ مشرقی پاکستان کا کمایا ہوا تھا۔ روئی کی صنعت کے علاوہ بھی مغربی پاکستان نے درآمدات میں حصہ مشرقی پاکستان سے زیادہ حاصل کیا۔ اگر مشرقی پاکستان کی سستی اجرتیں پیداواری قیمت کو اتنا کم کر سکتی تھیں کہ نقل وحمل کا خرچ پورا نکل آتا۔

سرمایہ لگانے کی یہ تعمیل وتکمیل صرف اقتصادی اسباب کی بنا پر نہیں تھی۔ سرمایہ دار زیادہ تر مغربی پاکستانی تھے اور یہی مغربی پاکستانی تھے جنہوں نے سیاسی طور پر مشرقی حصہ پر غلبہ حاصل کیا ہوا تھا۔ حکومت جو مغربی پاکستان کے سرمایہ داروں کی اعانت پر انحصار رکھتی ہے سرمایہ لگانے کا اجازت نامہ انہیں ہی دینے پر راغب تھی۔ دوسرے اقتصادی عوامل نے بھی سیاسی محرکات کو تقویت دی۔ نقل وحمل کے ذرائع مغرب میں زیادہ ترقی یافتہ تھے اور اسی طرح بنکوں کی سہولتیں اور تقسیم مال کی ایجنسیاں۔ مشرقی پاکستان میں بجلی پیدا کرنے پر کبھی توجہ نہ دی گئی جب کہ مغرب میں بڑے بڑے اور گراں قیمت بجلی گھر بنائے گئے۔ اس کے علاوہ دونوں صوبوں کے درمیان مال برداری کی سہولتیں بہت کم اور غیر یقینی تھیں۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سارے مشرقی پاکستان میں بڑے پیمانے کی مصنوعات پیدا کرنے

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

کی صلاحیت اتنی ہی تھی جتنی اکیلے کراچی میں۔ مزید براں اگرچہ مشرقی پاکستان نے 1951ء کے بعد ہمیشہ مغربی پاکستان سے زیادہ زرمبادلہ کمایا لیکن اس کی درآمدات کی قیمت اس سے آدھی بھی نہیں رہی۔

درآمدات کے تعین میں اشیائے صرف کو ہی سامنے رکھا گیا۔ جس کا فائدہ آبادی کے دولت مند طبقے کو حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح مغربی پاکستان نے مشرقی پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ زرمبادلہ بے فائدہ مصرف میں ضائع کر دیا۔

مارشل لاء کی حکومت نے اس عدم توازن کی تلافی کا دعویٰ ضرور کیا لیکن اس کی کوششیں زیادہ معمولی اور اوسط درجے کی قرار دی جاسکتی ہیں۔ اگرچہ بہت سے منصوبے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ مشرق کو سرمایہ کاری کا کچھ زیادہ حصہ میسر آجائے لیکن اس کی عملی کارگزاری کوئی امید افزا نہیں۔ نجی سرمایہ اب بھی مغربی پاکستان کو ترجیح دیتا ہے اور یہی سرمایہ قومی سرمایہ کاری کا ایک بڑا حصہ ہے۔

براہ راست پیداواری کاموں میں سرمایہ لگانے کے علاوہ بھی دوسری سرمایہ کاری کی شکلوں میں یہ بے جا طرف داری نمایاں ہے۔ اس سلسلے میں تعلیم کی مثال اہم ہوگی۔ دوسرے پنجسالہ منصوبے میں مشرقی پاکستان میں نئے پرائمری سکول کھولنے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ حالانکہ مغربی پاکستان میں یہ تعداد کافی بڑھائی جانی تھی۔ مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان کے مقابلہ میں تین گناہ زیادہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور فنی گریجوایٹ پیدا کرتا ہے۔ اس کا اثر طویل عرصہ کے بعد اس طرح محسوس ہوگا جس طرح تعلیم کے عمومی افلاس نے پورے ملک پر برا اثر ڈالا ہے۔

اب ہم کہاں ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ صنعت کاری کی جو پالیسی پاکستان نے اختیار کی وہ شروع سے ہی غلط

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

تھی۔ یہ غلط تھی کیونکہ اس نے سرمایہ داروں کو بے تحاشا منافع بازی کا امکان دیا۔ حالانکہ انہوں نے اس کے لئے کوئی خطرہ مول نہیں لیا اور اسی لئے انہوں نے سرمایہ کاری میں کفایت شعاری نہیں کی اور نہ ہی فیکٹریوں کو استعداد کے مطابق چلایا۔ اس کا براہ راست نقصان قوم کو ہوا۔ یہ حکمت عملی اس لحاظ سے بھی غلط تھی کہ صنعتوں کا غلط انتخاب اس بنا پر کر لیا گیا کہ خام مواد کہاں پہ میسر تھا یا اس لئے اینگلو سیکسن معاشیات کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا۔

کورین خوش بختی کے زمانہ میں بڑی صنعتوں کے بنیاد رکھنے کا سنہری موقع موجود تھا۔ سوتی ملوں میں سرمایہ لگانے کو ایک حوصلہ مندانہ منصوبہ کے مطابق محدود کرنا چاہیے تھا۔ اس کی بجائے قوم کو دنیا بھر کے لئے جولاہے بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ پہلے تو صرف اپنی ضرورت کے مطابق کپڑے بنے جاتے تھے اب فروخت پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔

غیر ملکی صلاح کار پاکستانی منصوبہ بندوں کو یہی تعلیم دیتے ہیں کہ حرفتی پیداوار کا فن بہت مشکل ہے اور ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب ہماری ذہانت اس نہج تک بڑھ جائے کہ ہمیں پیچیدہ تکنیکی کام سونپے جا سکیں۔ یہ بتا دینا غیر ضروری ہے کہ یہ دلیل تو ہمارے خلاف ابد تک استعمال کی جا سکتی ہے۔ سرمایہ دار اور مدد گزاروں سے اس سے مختلف بات کی توقع بھی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ انتہائی شرمناک ہے کہ ہمارے نام نہاد منصوبہ بندوں نے بڑی ذلالت کے ساتھ یہ دلیل قبول کر لی ہے۔ نہ صرف قبول کر لی ہے بلکہ بڑے فخر کے ساتھ دنیا بھر میں اس مسرت کا اعلان کرتے ہوئے پھرتے ہیں کہ دیکھو ہماری فرمانبرداری اور نااہلی کی کتنی تعریف و توصیف ہو رہی ہے کہ ہم امداد کا استعمال بڑی استعداد سے کر رہے ہیں۔

لیکن قومی عزت و نفس سے بھی زیادہ کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ قوم نے ابھی تک صنعتی بنیاد پیدا نہیں کی جو اس کی سلامتی کی ضامن بن سکے۔ ابھی تک بیرونی امداد کی ضرورت نہ صرف

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

فیکٹریاں بنانے کے لئے بلکہ انہیں چلتے رکھنے کے لئے بھی ہے۔ اب جب کہ ویت نام کی جنگ کے سبب اور اس وجہ سے بھی کہ اینگلو سیکسن نسل کی نگاہوں میں اب ہم شرارت پسند ہو گئے ہیں۔ امداد کم کی جا رہی ہے تو ہماری صنعتوں کا پہیہ چلتے چلتے رک گیا ہے جتنا تھوڑا بہت زرمبادلہ حاصل کیا جا سکتا ہے اس کے لئے قوم نے برآمدات کو چاہے وہ پٹ سن ہو یا گتا یا صرف ٹوکریاں ہی' سب سڈی دینی شروع کر دی ہے۔ آخری تجزیہ میں یہ امداد زراعت سے آتی ہے یا صنعتی کارکنوں سے جو اپنی اشیائے صرف کے لئے زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں۔ اب جب کہ زراعت کو سستی کھاد اور زرعی قرضے کی شکل میں امداد دینے کا منصوبہ بنایا گیا تو صنعت کو نقصان پہنچے گا اور یہ بڑا دلچسپ مشاہدہ ہوگا کہ دوسرے پنجسالہ منصوبہ کی ترقی کا ڈھول اتنے زور شور سے پیٹا گیا تھا وہ کب تک باقی رہتا ہے۔

آخر سرمایہ داروں کے زرمبادلہ کے ذخیروں کو ہوا لگائی جا سکتی ہے تو کچھ فوری فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ذخیرے جو سمگلنگ کی پیداوار ہیں یا درآمدات کی قیمت کو بڑھا چڑھا کر اور برآمدات کی قیمت کو کم دکھا کر جمع کئے گئے ہیں۔ اب بے تحاشا بڑھ چکے ہیں اس حکومت سے اس نقصان کی تلافی کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔ الٹا یہ بحران تو سرمایہ داروں کو اور بھی زیادہ چھینا جھپٹی کی طرف متوجہ کرے گا۔

شاید یہ کہا جائے کہ بیرونی امداد اس مشکل سے نجات دلا سکے گی۔ لیکن اس کی بھی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ ویت نام کی جنگ میں امریکہ کا روز افزوں دولت کا صرف اور کانگرس میں امدادی بل پر عمومی مخاصمت کے پیش نظر پاکستان کو چند بچے کھچے ٹکڑوں پر ہی قناعت کرنی ہوگی۔ نہ ہی یہ امداد وصول کرنا کوئی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ یہ اتنی غیر پیدا آور ہے کہ قوم کا ان قرضوں کی ادائیگی میں خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑا جا رہا ہے۔ یہ کتنا عبرتناک منظر ہے وہی حکومت جو بیرونی قرضوں کے حصول میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہونے کی دعویدار تھی۔ اب بھیک مانگ رہی ہے کہ سود کی شرح کو کم کر دیا جائے بلکہ یہاں تک کہ

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

ہندوستان کی طرح ہمیں بھی کچھ عرصے کے لئے قرضوں کی واپسی سے معاف کر دیا جائے۔

یہ زائد شرح سود ہی نہیں جو امداد کو نا قابل قبول بناتی ہے۔ بہت سی امداد اشیائے صرف کی صورت میں آتی ہے۔ حکومت کا رویہ یہ تھا کہ زراعت کو چاہے نظر انداز کر دیا جائے اور غلہ کی پیداوار میں جو کمی ہو اسے امریکہ سے PL-480 کے تحت امداد سے پورا کر لیا جائے۔ یہ اسی واہیات پالیسی کا نتیجہ ہے کہ زراعت بری طرح متاثر ہوتی ہے اور ہم آج یہ پروپیگنڈہ سننے پر مجبور ہیں کہ بڑھاؤ کھیت کی پیداوار۔

اشیائے صرف کی امداد کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ یہ فوری طور پر مصرف میں آجاتی ہے حکومت کی فضول خرچی نے یہ اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ امداد فوری طور پر امیر آدمی کی تعیش پسندی پر خرچ ہو جاتی ہے اور اس طرح آنے والی نسلوں کو وہ قرض ادا کرنے کے لئے چھوڑا جا رہا ہے جو انہوں نے حاصل نہیں کیا۔ حکومت کا یہ اسراف بونس ووچر سسٹم سے اور بھی بڑھ گیا ہے کیونکہ بیرونی امداد بونس ووچر کا بھاؤ کم رکھنے میں معاون ہے اور اس طرح کھپت کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

قرضوں کی ادائیگی کے بھاری بوجھ اور برآمدی پروگرام کی مکمل ناکامی نے حکومت کو تقریباً پاگل بنا دیا ہے۔ حکومت اب اتنی مضطرب ہے کہ اب وہ صنعت سے زراعت کیطرف بھاگ اٹھی ہے کہ شاید یہیں کوئی معجزہ ہو جائے اور دیکھئے ہمیں معجز نما گندم، اور معجز نما چاول مل گئے ہیں۔ یعنی دونوں صوبوں کیلئے ایک ایک معجزہ۔ اب پروپیگنڈہ کی قوت سے جو ظاہر ہے کہ کھاد کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے پیچھے عملی اقدامات کی قوت نہیں۔ یہ تو توقع کی جا رہی ہے کہ ایک ہی سال میں ملک خوراک کے بارے میں خود کفیل ہو جائے گا۔ اتنے عرصہ میں امریکی امداد اس غلہ کی کمی پوری کر دے گی جو ہندوستان کو سمگل ہو گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان اسی وقت خود کفیل ہو گا جب اپنے ہمسایوں کی خوراک کی ضروریات بھی پورا کرنے لگے گا۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org

فوری امکانات بڑے تاریک ہیں۔ محدود بیرونی امداد سے کرنسی کا پھیلاؤ بڑھے گا۔ قیمتیں پہلے ہی تیزی سے بڑھ چکی ہیں۔ اور اب یہ رفتار بھی تیز ہو جائے گی۔ اگر حکومت نے کرنسی کے پھیلاؤ کو روکنے کی تدابیر نہ کیں تو ان تدابیر سے صنعتی پیداوار کو نقصان پہنچنا لازمی ہے۔ مزدوری کی شرح اس سے بھیگھٹا دی گئی ہے جو عام زندگی کے لئے ضروری ہے وہ مزدور جس نے آج تک صنعتی ترقی کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اب مجبور ہوگا کہ کرنسی کے پھیلاؤ کی وجہ سے اپنی زبوں حالی کا مزید تماشہ کرے۔ بیروزگاری اتنی ہی زیادہ ہے جتنی کبھی پہلے تھی اور یہ لازماً بڑھتی جائے گی جب تک کوئی نئی قیادت قومی قوتوں کو محرک کرنے کے لئے میدان میں نہیں آجاتی۔

Sadyoon Ka Beeta; Copyright © www.bhutto.org